ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org
کربلا کے سچے واقعات پر مشتمل ایک مستند تحریر
آئینۂ قیامت
از: استاذِ زمن
حضرت مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد الله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيدنا

ومولانا محمد واله واصحبه اجمعين

حبیبِ خدا (ﷺ) کی بارگاہ میں فضلِ شہادت کی حاضری

ہمارے حضورِ پر نور، سرورِ عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کمالات و صفات کا مجمع خلق فرمایا۔ حضور ﷺ کے سے اوصافِ حمیدہ و خصائلِ پسندیدہ کسی ملک [1]، کسی بشر، کسی رسول، کسی پیغمبر میں ممکن نہیں۔ بظرِ ظاہر، صرف فضلِ شہادت، اس بارگاہِ عرش اشتباہ کی حاضری سے محروم رہا۔ اس کی نسبت علمائے کرام کا خیال ہے اور کتنا نفیس خیال ہے کہ جنگِ احُد شریف میں اس روحِ مصور، جانِ مجسم ﷺ کا دندانِ مبارک شہید ہونا سب شہیدوں کی شہادت سے افضل ہے۔ اور جس وقت حضورِ پر نور ﷺ کا تعلقِ خاطر شہزادوں کے خیال میں آتا ہے تو اس امر کے اظہار میں کچھ بھی تامل نہیں رہتا کہ ان حضرات کی شہادت 'حضور ہی کی شہادت ہے اور انہوں نے نیابۃً اس شرف کو سربزی و سرخروئی عطا فرمائی۔

فضائلِ امامِ حسن و حسین رضی اللہ عنہما

ایک بار حضرتِ امامِ حسن (رضی اللہ عنہ) حاضرِ خدمتِ اقدس ہو کر حضورِ پر نور ﷺ کے شانۂ مبارک پر سوار ہوگئے، ایک صاحب نے عرض کیا "صاحبزادے آپ کی سواری کیسی اچھی ہے۔" حضور نے فرمایا "اور سوار کیسا اچھا سوار ہے۔"

﴿مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب اھل النبی ﷺ و رضی اللہ عنہ﴾

(ایک مرتبہ) حضورِ پر نور ﷺ سجدے میں تھے کہ امامِ حسن (رضی اللہ عنہ) پشتِ مبارک سے لپٹ گئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدے کو طول دیا کہ کہیں

---

[1] یعنی فرشتے

سر اٹھانے سے گر نہ جائیں۔ ﴿تاریخ الخلفاء﴾

امام حسن اور امام حسین (رضی اللہ عنھما) کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ "ہمارے یہ دو بیٹے جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔"

﴿مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب اھل النبی ﷺ ورضی اللہ عنہ﴾

اور فرمایا جاتا ہے "ان کا دوست ہمارا دوست اور ان کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔"

﴿سنن ابنِ ماجہ باب فضائل الحسن والحسین﴾

اور فرماتے ہیں ﷺ "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ دوست رکھے اسے جو حسین کو دوست رکھے، حسین سبط ہے اسباط سے۔"

﴿مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب اھل النبی ﷺ ورضی اللہ عنہ﴾

ایک روز حضور پر نور ﷺ کے دہنے زانو پر امام حسین اور بائیں پر حضور کے صاحبزادے حضرت ابراہیم بیٹھے تھے، حضرت جبریل نے حاضر ہو کر عرض کی کہ "ان دونوں کو خدا تعالٰی حضور کے پاس نہ رکھے گا ایک کو اختیار فرمالیجے۔" حضور نے امامِ حسین (رضی اللہ عنہ) کی جدائی گوارہ نہ فرمائی، تین دن کے بعد حضرت ابراہیم کا انتقال ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد امام حسین جب حاضر ہوتے، آپ بوسے لیتے اور فرماتے "مَرْحَبًا بِمَنْ فَدَيْتُهُ بِابْنِيْ: ایسے کو مرحبا جس پر میں نے اپنا بیٹا قربان کیا۔"

اور فرماتے ہیں ﷺ "یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، الٰہی! میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور اسے دوست رکھ جو انھیں دوست رکھے۔" ﴿مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب اھل النبی ﷺ ورضی اللہ عنہ﴾

بتول زہرا (رضی اللہ عنھا) سے فرماتے "میرے دونوں بیٹوں کو لاؤ پھر دونوں کو سونگھتے اور سینہ انور سے لگا لیتے۔"

﴿مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب اھل النبی ﷺ ورضی اللہ عنہ﴾

محبوبانِ بارگاہِ الٰہی اور قانونِ قدرت

جب حضورِ پرنور ﷺ کے یہ ارشاد اور شہزادوں کی ایسی پاسداریاں، نازبرداریاں یاد آتی ہیں اور واقعاتِ شہادت پر نظر جاتی ہے تو حسرت بھری آنکھوں سے آنسو نہیں، لہو کی بوندیں ٹپکتی ہیں اور خدا کی بے نیازی کا عالم آنکھوں کے سامنے چھا جاتا ہے، یہ مقدس صورتیں خدا کی دوست ہیں اور اللہ جل جلالہ کی عادتِ کریمہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں اپنے دوستوں کو بلاؤں میں گھیرے رکھتا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ "میں حضور ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔" فرمایا "فقر کے لئے مستعد ہو جا۔" عرض کیا "اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں۔" ارشاد ہوا "بلا کے لئے آمادہ ہو جا۔"

اور فرماتے ہیں "سخت ترین بلا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء پر ہے، پھر جو بہتر ہیں پھر جو بہتر ہیں۔"

ع۔ نزدیکاں رابیش بود حیرانی	ع۔ جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

سرکار اور خاندانِ سرکار ﷺ کا فقرِ اختیاری

ہمارے حضورِ انور ﷺ کو خدا تعالیٰ نے اشرف ترین مخلوق بنایا اور محبوبیتِ خاص کا خلعتِ فاخرہ عطا فرمایا۔ اسی وجہ سے دنیا کی جو بلائیں آپ نے اٹھائیں اور جو مصیبتیں آپ نے برداشت کیں کسی میں ان کا تحمل ممکن نہیں۔ اللہ اللہ محبوبیت کی تو وہ ادائیں کہ فرمایا جاتا ہے،

" لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا اے محبوب! میں اگر تم کو پیدا نہ کرتا تو دنیا ہی کو نہ بناتا۔"

علوِ مرتبت کی وہ کیفیتیں کہ اپنے خزانے کی کنجیاں دے کر مختار کل بنادیا جو چاہو کرو، سیاہ و سپید کا تمہیں اختیار ہے۔

ایسے بادشاہ جن کے مقدس سر پر دونوں عالم کی حکومت کا چمکتا ہوا تاج رکھا گیا، ایسے رفعت پناہ، جن کے مبارک پاؤں کے نیچے تختِ الٰہی بچھایا گیا، شاہی لنگر کے فقیر، سلاطین عالم، سلطانی باڑے محتاج شاہان عالم دنیا کی نعمتیں بانٹنے والے، زمانے کی دولتیں دینے والے بھکاریوں کی جھولیاں بھریں، منہ مانگی مرادیں پوری کریں۔ اب کاشانۂ اقدس اور دولت سرائے مقدس کی طرف نگاہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ جن کی قاہر حکومت مشرق و مغرب کو گھیر چکی اور جن کا ڈنکا ہفت آسمان و تمام روئے زمین میں بج رہا ہے، ان کے برگزیدہ گھر میں آسائش کی کوئی چیز نہیں، آرام کے اسباب تو در کنا، خشک روٹی کھجوریں اور جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی تمام عمر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

شاہی لباس دیکھئے تو سترہ پیوند لگے ہیں، وہ بھی ایک کپڑے کے نہیں۔ دو، دو مہینے سلطانی باورچی خانے سے دھواں بلند نہیں ہوتا۔ دینوی عیش کی تو یہ کیفیت ہے، دینی وجاہت دیکھئے تو اس عمامے والے تاجدار کی شوکت اور اس سادگی پسند کی وجاہت سے دونوں عالم گونج رہے ہیں۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

یہاں یہ امر بھی بیان کر دینے کے قابل ہے کہ یہ تکلیفیں، یہ مصیبتیں محض اپنی خوشی سے اٹھائی گئیں، اس میں مجبوری کو ہرگز دخل نہیں تھا۔

ایک بار آپ کے بہی خواہ اور رضا جو دوست جل جلالہ نے پیغام بھیجا کہ "تم کہو تو مکہ کے دو پہاڑوں کو (جنہیں اخشیں کہتے ہیں) سونے کا بنادوں کہ وہ تمہارے ساتھ ساتھ رہیں؟" عرض کی "یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن دے کہ شکر بجا لاؤں، ایک دن بھوکا رکھ کہ صبر کروں۔"

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور علیہ السلام کو نفسِ مطمئنہ عطا فرمایا ہے۔ اگر آپ عیش و عشرت میں بسر فرماتے اور آسائش وراحت محبوب رکھتے، تو آپ کا پروردگار آپ کی خوشی پر خوش ہونے والا دنیا میں جنتوں کو اتار کر رکھ دیتا، اور یہ سامان عیش آپ کے برگزیدہ اور پاکیزہ نفس میں ہرگز تغیر پیدا نہ کر سکتا۔ ایسی حالت میں یہ بلا پسندی اور مصیبت دوستی اسی بنیاد پر ہو سکتی ہے کہ آپ رحمۃ اللعالمین ٹھہرے، دنیا کی ہر چیز کے حق میں رحمت ہو کر آئے، اگر آپ عیش و عشرت میں مشغول رہے ہوتے تو "تکلیف و مصیبت" (کہ) جن سے عاقبت میں حضور علیہ السلام کے غلاموں کو بھی سروکار نہ ہوگا، برکات سے محروم رہ جاتیں۔

ایک بار حضور ﷺ مسلمانوں کو کنیزیں اور غلام تقسیم فرما رہے تھے، مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت بتول زہرا (رضی اللہ عنہا) سے کہا "جاؤ! تم بھی اپنے لئے کوئی کنیز لے آؤ۔" حاضر ہوئیں اور ہاتھ دکھا کر عرض کرنے لگیں کہ "چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں ایک کنیز مجھے بھی عنایت ہو۔" ارشاد ہوا "اے فاطمہ! میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں جو کنیز و غلام سے زیادہ کام دے، تو رات کو سوتے وقت

سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ کر سو رہا کر۔" ﴿مشکوٰۃ المصابیح﴾

ایک بار حضور پر نور ﷺ حضرتِ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے، دروازہ تک رونق افروز ہوئے تھے کہ حضرتِ فاطمہ کے ہاتھوں میں چاندی کی ایک ایک چوڑی ملاحظہ فرمائی، واپس تشریف لے آئے، حضرتِ بتول (رضی اللہ عنہا) نے وہ چوڑیاں حاضر کر دیں کہ انہیں تصدق کر دیجئے، مساکین کو عطا فرما دی گئیں اور دو چوڑیاں عاج یعنی ہاتھی دانت کی مرحمت ہوئیں اور ارشاد ہوا، "فاطمہ! دنیا، محمد اور آلِ محمد کے لائق نہیں۔" صلی اللہ تعالی علیہ وعلیھم وسلم

عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) حاضر آئے، دیکھا کہ کھجور کی چٹائی پر آپ ﷺ آرام فرما رہے ہیں، اور اس نازک جسم اور نازنین بدن پر بوریئے کے نشان بن رہے ہیں، یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے اور عرض کی کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، قیصر و کسریٰ، خدا کے دشمن، ناز و نعمت میں بسر کریں اور خدا کا محبوب تکلیف و مصیبت میں؟" ارشاد ہوا "کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا کے عیش ملیں اور تو عقبیٰ کی خوبیوں سے بہرہ ور ہو؟" ﴿مشکوٰۃ المصابیح﴾

﴿اللہ عزوجل کے حقیقی دوست﴾

حضرتِ سری سقطی سے بذریعہ الہام فرمایا گیا "اے سری! میں نے مخلوق پیدا فرما کر اس سے پوچھا، "کیا تم مجھ کو دوست رکھتے ہو؟" سب نے بالاتفاق عرض کی کہ "تیرے سوا اور کون ہے جسے ہم دوست رکھیں گے؟" پھر میں نے دنیا بنائی "نو ۹ حصے اس کی طرف ہو گئے، ایک حصہ نے کہا "ہم اس کی خاطر تجھ سے جدائی نہ کریں گے،" پھر آخرت خلق فرمائی اس ایک حصہ سے نو ۹ حصے اس کے خریدار ہو گئے، باقیوں نے عرض کی "ہم دنیا کے سائل نہ آخرت چاہئں، ہم تو تیرے چاہنے والے ہیں۔"

پھر بلائیں پیش کیں ان میں سے بھی نو حصے گھبرا کر الگ ہو گئے، ایک حصہ نے عرض کی "تو زمین اور آسمان کے چودہ طبق کو بلا کا طوق بنا کر ہمارے گلے میں ڈال دے، مگر ہم تیری طرف سے منہ پھیرنے والے نہیں۔" ان کی نسبت ارشاد ہوا "اُولٰئِكَ اَوْلِیَائِیْ حقًا۔ یہ میرے سچے دوست ہیں۔"

"اب اہلِ بیت کی بلا پسندی حیرت کی آنکھوں سے دیکھنے کے قابل ہے۔"

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے بلا و نعمت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا ہمارے نزدیک دونوں برابر ہیں یعنی

آنچه از دوست می رسد نیکوست

امامِ حسن (رضی اللہ عنہ) کو خبر ہوئی، ارشاد ہوا، "اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم کرے مگر ہم اہلِ بیت کے نزدیک بلا، نعمت سے افضل ہے کہ نعمت میں نفس کا بھی حظ (یعنی حصہ) ہے اور بلا محض رضائے دوست ہے۔"

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اصحبہ اجمعین

یزید پلید کی تخت نشینی اور قیامت کے سامان

ہجرت کا ساٹھواں سال اور رجب کا مہینہ کچھ ایسا دل دکھانے والا اپنے ساتھ لایا، جس کا نظارہ اسلامی دنیا کی آنکھوں کو ناچار اس کی طرف کھینچتا ہے 'جہاں کلیجہ نوچنے والی آفتوں، بے چین کر دینے والی تکلیفوں نے دیندار دلوں کے بے قرار کرنے اور خدا پرست طبیعتوں کو بے تاب کرنے کے لئے حسرت و بے کسی کا سامان جمع کیا ہے۔ یزید پلید کا تختِ سلطنت کو اپنے ناپاک قدم سے گندہ کرنا ان ناقابلِ برداشت مصیبتوں کی تمہید ہے جن کو بیان کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا اور دل ایک غیر معمولی بے قراری کے ساتھ پہلو میں پھڑک جاتا ہے۔ اس مردود نے اپنی حکومت کی

مضبوطی، اپنی ذلیل عزت کی ترقی، اس امر پر منحصر سمجھی کہ اہلِ بیتِ کرام کے مقدس و بے گناہ خون سے اپنی ناپاک تلوار رنگے۔ اس جنمی کی نیت بدلتے ہی زمانے کی ہوا نے پلٹے کھائے اور زہریلے جھونکے آئے کہ جاودان بہاروں کے پاک گریباں و بے خزاں پھولوں، تو شگفتہ گلوں کے غم میں چاک ہوئے، مصطفیٰ ﷺ کی ہری بھری لہلاتی پھلواڑی کے سہانے نازک پھول مرجھا مرجھا کر طراز دامنِ خاک ہوئے۔

امامِ حسن (رضی اللہ عنہ) کی شہادت اور بھائی کو نصیحت

جب کسی بدبخت نے امامِ حسین (رضی اللہ عنہ) کو زہر دینے کی سنگین جرأت کا ارتکاب کیا تو اس بے چین کر دینے والی خبر کو سن کر حضرت امامِ حسین (رضی اللہ عنہ) اپنے پیارے بھائی کے پاس حاضر ہوئے۔ سرہانے بیٹھ کر گزارش کی "حضرت کو کس نے زہر دیا؟" فرمایا "اگر وہ ہے جو میرے خیال میں ہے تو اللہ بولد لہ لینے والا ہے، اگر نہیں، تو میں بے گناہ سے عوض نہیں چاہتا۔"

ایک روایت میں ہے فرمایا "بھائی لوگ ہم سے یہ امید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت ہم ان کی شفاعت فرما کر کام آئیں نہ یہ کہ ان کے ساتھ غضب اور انتقام کو کام میں لائیں۔"[1]

واہ کیا حلم ہے اپنا تو جگر ٹکڑے ہوا
پھر بھی ایذائے ستم گر کے روا دار نہیں

پھر جانے والے امام نے آنے والے امام کو یوں وصیت فرمائی، "حسین

1:۔ بعض مؤرخین کے نزدیک "آپ کو زہر دینے کی ناپاک حرکت کا ارتکاب آپ کی زوجہ جعدہ نے یزید کے ورغلانے پر دیا۔" یہ بات درست ہے یا نہیں؟ اس کے لئے اسی کتاب کے (77) صفحے پر ادارے کی طرف سے زیادہ کئے ہوئے چند کلمات کا مطالعہ ضرور فرمایئے۔

دیکھو سفیہانِ کوفہ سے ڈرتے رہنا، مبادا وہ تمہیں باتوں میں لے کر بلائیں اور وقت پر چھوڑ دیں، پھر پچھتاؤ گے اور چارہ کا وقت گزر جائے گا۔"

بے شک امامِ عالی مقام کی یہ وصیت موتیوں میں تولنے کے قابل اور دل پر لکھ لینے کے لائق تھی، مگر اس ہونے والے واقعے کو کون روک سکتا (تھا)؟ جسے قدرت نے مدتوں پہلے مشہور کر رکھا تھا۔

﴿امامِ حسین کی شہادت کی خبر واقعہ کربلا سے پہلے ہی مشہور تھی﴾

حضور سرورِ عالم ﷺ کی بعثت شریفہ سے تین سو برس پیشتر یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ہوا ملا،

اَتَرْجُوْ اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْناً
شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

کیا حسین کے قاتل یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت اس کے نانا جان ﷺ کی شفاعت پائیں گے؟

یہی شعر ارضِ روم کے گرجا گھر میں لکھا پایا گیا اور لکھنے والا معلوم نہ ہوا۔ کئی حدیثوں میں ہے، حضور سرورِ عالم ﷺ ام المومنین حضرتِ ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے کاشانہ میں تشریف فرما تھے، ایک فرشتہ کہ پہلے کبھی حاضرِ خدمت نہ ہوا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ سے حاضری کی اجازت لے کر آستان بوس ہوا، حضور پرنور ﷺ نے ام المومنین سے ارشاد فرمایا، دروازے کی نگہبانی رکھو، کوئی آنے نہ پائے، اتنے میں سیدنا امام حسین علیہ السلام دروازہ کھول کر حاضرِ خدمت ہوئے اور کود کر حضورِ پرنور ﷺ کی گود میں جا بیٹھے، حضور پیار فرمانے لگے، فرشتے نے عرض کی "حضور انہیں چاہتے ہیں؟" فرمایا "ہاں!" عرض کی "وہ وقت قریب آتا ہے کہ حضور کی امت

انہیں شہید کرے گی، اور حضور چاہیں تو میں وہ زمین حضور کو دکھادوں' جہاں یہ شہید کئے جائیں گے۔" پھر سرخ مٹی اور ایک روایت میں ہے ریت، ایک میں ہے کنکریاں ، حاضر کیں حضور علیہ السلام نے سونگھ کر فرمایا "رِیحُ کَرْبٍ وَبَلاءٍ" بے چینی اور بلا کی بُو آتی ہے، پھر ام المومنین کو وہ مٹی عطا ہوئی اور ارشاد ہوا، "جب یہ خون ہو جائے تو جاننا کہ حسین شہید ہوا، انہوں نے وہ مٹی ایک شیشی میں رکھ چھوڑی۔" ام المومنین فرماتی ہیں، "میں کہا کرتی جس دن یہ مٹی خون ہو جائے گی کیسی سختی کا دن ہوگا۔"

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ صفین کو جاتے ہوئے زمین کربلا سے گزرے، نام پوچھا لوگوں نے کہا "کربلا!" یہاں تک روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی، پھر فرمایا میں خدمتِ اقدس حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہوا، حضور کو روتا ہوا پایا، سبب پوچھا، فرمایا کہ "ابھی جبریل کہہ کر گئے ہیں کہ میرا بیٹا حسین، فرات کے کنارے کربلا میں قتل کیا جائے گا، پھر جبریل نے وہاں کی مٹی مجھے سونگھائی مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور آنکھیں بہہ نکلیں۔"

ایک روایت میں ہے، مولیٰ علی اس مقام سے گزرے جہاں اب امامِ مظلوم کی قبر مبارک ہے، فرمایا یہاں ان کی سواری بٹھائی جائے گی، یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے، اور یہاں ان کے خون گریں گے، آلِ محمد ﷺ کے کچھ نوجوان اس میدان میں قتل ہوں گے جن پر زمین و آسمان روئیں گے۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اصحبہ اجمعین

یزید کا پیغام بیعت اور امام حسین (رضی اللہ عنہ) کی مدینے سے روانگی

جب امام حسن (رضی اللہ عنہ) مرتبہ شہادت پا کر دنیا سے رخصت ہو گئے تو اب یزید پلید شقی کو امام حسین یاد آئے، مدینہ کے صوبہ دار ولید کو خط لکھا کہ

"حسین اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے بیعت کے لئے کہے اور مہلت نہ دے۔ ابنِ عمر ایک مسجد میں بیٹھنے والے آدمی ہیں اور ابنِ زبیر جب تک موقع نہ پائیں گے خاموش رہیں گے، ہاں حسین سے بیعت لینی سب سے زیادہ ضروری ہے کہ یہ شیر اور شیر کا بیٹا موقع کا انتظار نہ کرے گا۔"

صوبہ دار نے خط پڑھ کر پیامی بھیجا، امام نے فرمایا "چلو آتے ہیں۔" پھر عبداللہ ابن زبیر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا "دربار کا وقت نہیں ہے، بے وقت بلانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سردار نے وفات پائی، ہمیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ موت کی خبر مشہور ہونے سے پہلے یزید کی بیعت ہم سے لی جائے۔" ابن زبیر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی "میرا بھی یہی خیال ہے ایسی حالت میں آپ کی کیا رائے ہے؟" فرمایا "میں اپنے جوان جمع کر کے جاتا ہوں، ساتھیوں کو دروازے پر بٹھا کر اس کے پاس چلا جاؤں گا۔" ابنِ زبیر نے کہا "مجھے اس کی جانب سے اندیشہ ہے۔" فرمایا "وہ میرا کچھ نہیں کر سکتا۔" پھر اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے گئے، ہمراہیوں کو ہدایت کی "جب میں بلاؤں یا میری آواز بلند ہوتے سنو، اندر چلے آنا اور جب تک میں واپس نہ آؤں، مل کر نہ جانا۔" یہ فرما کر اندر تشریف لے گئے، ولید کے پاس مروان کو بیٹھا پایا، سلام علیک کر کے تشریف رکھی، ولید نے خط پڑھ کر سنایا وہی مضمون پایا جو حضور کے خیال شریف میں آیا تھا۔ بیعت کا حال سن کر ارشاد ہوا "مجھ جیسے چھپ کر بیعت نہیں کرتے، سب کو جمع کرو، بیعت لو، پھر ہم سے کہو۔" ولید نے بہ نظر عافیت پسندی عرض کی، "بہتر تشریف لے جائیے۔" مروان بولا "اگر اس وقت انہیں چھوڑ دے گا اور بیعت نہ لے گا تو جب تک بہت سی جانوں کا خون نہ ہو جائے، ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا، ابھی روک لے، بیعت کر لیں تو خیر ورنہ گردن مار دے۔" یہ سن کر امام نے فرمایا "ابن الزرقا! تو یا وہ، کیا مجھے قتل

کر سکتا ہے؟ خدا کی قسم، تُو نے جھوٹ کہا اور پاجی پن کی بات کی۔" یہ فرما کر واپس تشریف لے آئے۔

مروان نے ولید سے کہا، "خدا کی قسم اب ایسا موقع نہ ملے گا۔" ولید بولا "مجھے پسند نہیں کہ بیعت نہ کرنے پر حسین کو قتل کر دوں، مجھے تمام جہاں کے ملک و مال کے بدلے میں بھی حسین کا قتل منظور نہیں، میرے نزدیک حسین کے خون کا جس شخص سے مطالبہ ہو گا وہ قیامت کے دن خدائے قہار کے سامنے ہلکی تول والا ہے۔" مروان نے منافقانہ طور پر کہہ دیا "تُو نے ٹھیک کہا۔"

(کچھ دیر بعد) امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے پاس) دوبارہ آدمی آیا، فرمایا "صبح ہونے دو۔" اور قصد فرمالیا کہ رات میں مکہ کے ارادے سے مع اہل و عیال سفر فرمایا جائے گا۔

یہ رات امام عالی مقام نے اپنے جدِ کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے روضہ منورہ میں گزاری کہ آخر تو فراق کی ٹھہرتی ہے، چلتے وقت تو اپنے جدِ کریم ﷺ کی مقدس گود میں لپٹ لیں پھر خدا جانے زندگی میں ایسا وقت ملے یا نہ ملے۔ امام آرام میں تھے کہ خواب دیکھا، حضور پرنور تشریف لائے ہیں اور امام کو کلیجے سے لگا کر فرماتے ہیں، "حسین وہ وقت قریب آتا ہے کہ تم پیاسے شہید کیے جاؤ گے اور جنت میں شہیدوں کے بڑے درجے ہیں۔" یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی، اٹھے اور روضہ مقدس کے سامنے رخصت ہونے کو حاضر ہوئے۔

مسلمانو! حیاتِ دنیاوی میں امام کی یہ حاضری پچھلی (یعنی آخری) حاضری ہے، صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد سر جھکا کر کھڑے ہو گئے ہیں، غمِ فراق کلیجے میں چٹکیاں لے رہا ہے، آنکھوں سے لگاتار آنسو جاری ہیں، رقت کے جوش نے جسمِ مبارک میں رعشہ پیدا کر دیا ہے، بے قراریوں نے محشر بپا کر رکھا ہے، دل کہتا ہے

سر جائے، مگر یہاں سے قدم نہ اٹھائیے، صبح کے کھٹکے کا تقاضہ ہے جلد تشریف لے جائیے، دو قدم جاتے ہیں اور پھر پلٹ آتے ہیں۔ حب وطن قدموں سے لوٹتی ہے کہ کہاں جاتے ہو؟ غربت دامن کھینچتی ہے کیوں دیر لگاتے ہو؟ شوق کی تمنا ہے کہ عمر بھر نہ جائیں، مجبوریوں کا تقاضا ہے دم بھر نہ ٹھہرنے پائیں۔

شعبان کی چوتھی رات کے تین پہر گزر چکے ہیں اور پچھلے (یعنی آخری پہر) کے نرم نرم جھونکے سونے والوں کو تھپک تھپک کر سلا رہے ہیں، ستاروں کے سنہرے رنگ میں کچھ کچھ سپیدی ظاہر ہو چکی ہے، اندھیری رات کی تاریکی اپنا دامن سمیٹنا چاہتی ہے۔ تمام شہر میں سناٹا ہے، نہ کسی بولنے والے کی آواز کان تک پہنچتی ہے، نہ کسی چلنے والے کی ہلچل سنائی دیتی ہے، شہر بھر کے دروازے بند ہیں، ہاں 'خاندانِ نبوت کے مکانوں میں اس وقت جاگ ہو رہی ہے اور سامانِ سفر درست کیا جا رہا ہے، ضرورت کی چیزیں باہر نکالی گئی ہیں، سواریاں دروازوں پر تیار کھڑی ہیں، محمل کس گئے ہیں، پردے کا انتظام ہو چکا ہے، ادھر امام کے بیٹے، بھائی، بھتیجے، گھر والے سوار ہو رہے ہیں۔ ادھر امام، مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے ہیں، محرابوں نے سر جھکا کر تسلیم کی ،میناروں نے کھڑے ہو کر تعظیم دی، قافلہ سالار کے تشریف لاتے ہی نبی زادوں کا قافلہ روانہ ہو گیا ہے۔

مدینہ میں اہلِ بیت سے حضرت صغریٰ (یعنی) امامِ مظلوم کی صاحبزادی اور جناب محمد بن حنفیہ (یعنی) مولیٰ علی کے بیٹے باقی رہ گئے۔

اللہ اکبر! ایک وہ دن تھا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے کافروں کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی کی وجہ سے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی، مدینہ والوں نے جب یہ خبر سنی، دلوں میں مسرت انگیز امنگوں نے جوش اور آنکھوں میں شادی عید کا نقشہ کھینچ گیا،

آمد آمد کا انتظار لوگوں کو آبادی سے نکال کر پہاڑوں پر لے جاتا، منتظر آنکھیں مکہ کی راہ کو جہاں تک ان کی نظر پہنچتی، ٹکٹکی باندھ کر تکتیں، اور مشتاق دل ہر آنے والے کو دور سے دیکھ کر چونک چونک پڑتے، جب آفتاب گرم ہو جاتا، گھروں پر واپس آتے۔ اسی کیفیت میں کئی دن گزر گئے، ایک دن اور روز کی طرح وقت بے وقت ہو گیا تھا اور انتظار کرنے والے حسرتوں کو سمجھاتے، تمناؤں کو تسکین دیتے پلٹ چکے تھے، ایک یہودی نے بلندی سے آواز دی، "راہ دیکھنے والو! پلٹو! تمہارا مقصود آیا، اور تمہارا مطلب پورا ہوا" اس صدا کے سنتے ہی وہ آنکھیں جن پر ابھی حسرت آمیز حیرت چھائی تھی، اشکِ شادی برسا چلیں، وہ دل جو مایوسی سے مرجھا گئے تھے، تازگی کے ساتھ جوش مارنے لگے، بے قرارانہ 'پیشوائی کو بڑھے، پروانہ وار قربان ہوتے آبادی تک لائے، اب کیا تھا؟ خوشی کی گھڑی آئی، منہ مانگی مراد پائی، گھر گھر سے نغماتِ شادی کی آوازیں بلند ہوئیں، پردہ نشیں لڑکیوں نے دف بجائی، خوشی کے لہجوں مبارک باد کے گیت گاتی نکل آئیں،

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا

مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا

مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعِ

﴿ہم پر وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ہے۔ ہم پر اللہ عزوجل کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والا دعا مانگے۔﴾

بنی نجار کی لڑکیاں گلی کوچوں میں اس شعر سے اظہار مسرت کرتی ہوئی ظاہر ہوئیں،

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ
یَاحَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

﴿ہم ہو نجار کی لڑکیاں ہیں۔ اے نجاریو! محمد ﷺ کیسے اچھے ایسے ہمسائے ہیں۔﴾

غرض مسرت کا جوش تھا، درو دیوار سے خوشی ٹپک رہی تھی۔

(لیکن) ایک آج کا دن ہے کہ امام مظلوم سے مدینہ چھوٹتا ہے، مدینہ ہی نہیں بلکہ دنیا کی سب راحتیں، تمام آسائشیں، ایک ایک کر کے رخصت ہوتی اور خیر آباد کہتی ہیں۔ یہ سب در کنار، ناز اٹھانے والی ماں کا پڑوس، ماں جائے بھائی کا ہمسایہ اور سب سے بڑھکر امام پر اپنا بیٹا قربان کر دینے والے جدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا قرب، کیا یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی طرف سے آسانی کے ساتھ آنکھیں پھیر لی جائیں؟ آسانی کے ساتھ آنکھیں پھیرنی کیسی، اگر امام کو مدینہ نہ چھوڑنے پر قتل کر دیا جاتا تو قتل ہونا منظور فرماتے اور مدینہ سے پاؤں باہر نہ نکالتے، مگر اس مجبوری کا کیا علاج کہ امام کے ناقہ کو قضا، مہار پکڑے اس میدان کی جانب لے جاتی ہے، جہاں قسمت نے پردیسیوں کے قتل ہونے، پیاسوں کے شہید کیے جانے کا سامان جمع کیا ہے۔ مدینے کی زمین جس پر آپ گھٹنوں چلے، جس نے آپ کی بچپن کی بہاریں دیکھیں، جس پر آپ کی جوانی کی کرامتیں ظاہر ہوئیں، اپنے سر پر خاکِ حسرت ڈالتی اور پردیس جانے والے کے پیارے پیارے نازک پاؤں سے لپٹ کر زبانِ حال سے عرض کر رہی ہے کہ "اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے گود کے سنگار! کلیجے کی ٹیک! زندگی کی بہار! کہاں کا ارادہ فرمایا ہے؟ وہ کون سی سرزمین ہے جسے یہ عزت والے پاؤں جو میری آنکھوں کے تارے ہیں، شرفِ عزت بخشنے کا قصد فرماتے ہیں؟"

اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشہ مے روی

﴿تمام لوگ تو تیری زیارت کے لئے آرہے ہیں، مگر تو کس طرف جا رہا ہے؟﴾

جس قدر یہ برکت والا قافلہ نگاہ سے دور ہوتا جاتا ہے اسی قدر پیچھے رہ جانے والی پہاڑیاں اور مسجدِ نبوی کے منارے سر اٹھا اٹھا کر دیکھنے کی خواہش زیادہ ظاہر کرتے ہیں، یہاں تک کہ جانے والے نگاہوں سے غائب ہوگئے اور مدینہ کی آبادی پر حسرت بھرا سناٹا چھا گیا۔

اللهم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی اله و اصحبه اجمعین

راستے میں عبداللہ بن مطیع (رضی اللہ عنہ) ملے، عرض کی، "کہاں کا قصد فرمایا؟" فرمایا، "فی الحال مکہ کا۔" عرض کی، "کوفے کا عزم نہ فرمایا جائے، وہ بڑا بے ڈھنگا شہر ہے وہاں آپ کے والدِ ماجد شہید ہوئے، آپ کے بھائی سے دغا کی گئی، آپ مکے کے سوا کہیں کا ارادہ نہ فرمائیں، اگر آپ شہید ہوجائیں گے تو خدا کی قسم ہمارا ٹھکانا نہ لگا رہے گا، ہم سب غلام بنا لئے جائیں گے۔" بالآخر حضور مکہ پہنچ کر ساتویں ذی الحجہ تک امن وامان کے ساتھ قیام فرما رہے۔

کوفیوں کی طرف سے فریادو جھوٹے وعدے اور امامِ مسلم کی شہادت

جب اہلِ کوفہ کو یزید خبیث کی تخت نشینی اور امام سے بیعت طلب کیے جانے اور امام کے مدینہ چھوڑ کر مکے تشریف لے آنے کی خبر پہنچی، فریب دہی و عیاری کی پرانی روش یاد آئی، سلیمان بن صرو خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے ہم مشورہ ہو کر امام کو عرضی لکھی کہ تشریف لائیے اور ہم کو یزید کے ظلم سے بچائیے۔ ڈیڑھ سو عرضیاں جمع ہوجانے پر امام نے تحریر فرمایا کہ "اپنے معتمد چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں، اگر یہ تمہارا معاملہ ٹھیک دیکھ کر اطلاع دیں گے تو ہم جلد تشریف لائیں گے۔"

حضرت مسلم کوفہ پہنچے، ادھر کوفیوں نے امام کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور امام

کو مدد دینے کا وعدہ کیا بلکہ اٹھارہ ہزار داخلِ بیعت ہو گئے اور حضرت مسلم کو یہاں تک باتوں میں لے جا کر اطمینان دلایا کہ انہوں نے امام کو تشریف لانے کی نسبت لکھا۔

ادھر یزید پلید کو کوفیوں نے خبر دی کہ "حسین نے مسلم کو بھیجا ہے۔ کوفے کے حاکم نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں، کوفے کا بھلا منظور ہے تو اپنی طرح کوئی زبردست ظالم بھیج۔"

اس نے عبد اللہ بن زیاد کو حاکم بنا کر روانہ کیا اور کہا کہ "مسلم کو شہید کر دے یا کوفہ سے نکال دے۔" جب یہ مردک (یعنی ذلیل آدمی) کوفہ پہنچا امام کے ہمراہ اٹھارہ ہزار کی جماعت پائی، امیروں کو دھمکانے پر مقرر کیا، کسی کو دھمکی دی، کسی کو لالچ سے توڑ دیا۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں امام مسلم کے پاس صرف تیس ۳۰ آدمی رہ گئے۔ مسلم یہ دیکھ کر مسجد سے باہر نکلے کہ کہیں پناہ لیں۔ جب دروازہ سے باہر آئے، ایک بھی ساتھ نہ تھا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آخر ایک گھر میں پناہ لی، ابن زیاد نے یہ خبر پا کر فوج بھیجی، جب امام مسلم کو آوازیں پہنچیں، تلوار لے کر اٹھے اور ان روباہ منشوں (یعنی بودل مردوں) کو مکان سے باہر نکال دیا، کچھ دیر بعد پھر جمع ہو کر آئے، شیر خدا کا بھتیجا پھر تیغ بکف اٹھا اور آن کی آن میں ان شغالوں (یعنی گیدڑوں) کو پریشان کر دیا، کئی بار ایسا ہوا جب ان نامردوں کا اس اکیلے مردِ خدا پر بس نہ چلا، مجبور ہو کر چھتوں پر چڑھ گئے پتھر اور آگ کے لوکے (یعنی شعلے) پھینکنا شروع کئے، شیر مظلوم کا تنِ نازنین ان ظالموں کے پتھروں سے خونا خون تھا، مگر وہ تیغ بر کف و کف بر لب حملہ فرماتا باہر نکلا، اور راہ میں جو گروہ کھڑے تھے ان پر عقاب عذاب کی طرح ٹوٹا، جب یہ حالت دیکھی ابن اشعث نے کہا، "آپ کے لئے امان ہے نہ آپ قتل کئے جائیں نہ کوئی گستاخی ہو۔" مسلم مظلوم تھک کر ایک دیوار سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے، خچر سواری کے لئے حاضر ہوا،

اس پر سوار کیے گئے، ایک نے تلوار حضور کے ہاتھ سے لے لی، فرمایا "یہ پہلا مکر ہے۔" ابن اشعث نے کہا، "کچھ خوف نہ کیجئے۔" فرمایا "وہ امان کدھر گئی۔" پھر رونے لگے۔ ایک شخص بولا، "تم جیسا بہادر اور روئے۔" فرمایا "اپنے لئے نہیں روتا ہوں، رونا حسین اور آلِ حسین کا ہے کہ وہ تمہارے اطمینان پر آتے ہوں گے اور انہیں اس مکروہ بد عہدی کی خبر نہیں۔" پھر ابن اشعث سے فرمایا "میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھے پناہ دینے سے عاجز رہو گے اور تمہاری امان کام نہ دے گی، اگر ہو سکے تو اتنا کرو کہ اپنے پاس سے کوئی آدمی بھیج کر میرے حال کی اطلاع دے دو کہ وہ واپس جائیں اور کوفیوں کے قریب میں نہ آئیں۔"

جب مسلم ابن زیاد بد نہاد کے پاس لائے گئے، ابن اشعث نے کہا، میں انہیں امان دے چکا ہوں۔ وہ خبیث بولا، "تجھے امان دینے سے کیا تعلق؟ ہم نے تجھے ان کے لانے کو بھیجا تھا نہ کہ امان دینے کو۔" ابن اشعث چپ رہے، مسلم اس شدتِ محنت اور زخموں کی کثرت میں پیاسے تھے۔ ٹھنڈے پانی کا ایک گھڑا دیکھا، فرمایا "مجھے اس میں سے پلا دو۔" ابن عمرو باہلی بولا، "دیکھتے ہو کیسا ٹھنڈا ہے، تم اس میں ایک بوند نہ چکھنے پاؤ گے، یہاں تک کہ (معاذ اللہ) جہنم میں آب گرم پیو۔"

امام مسلم نے فرمایا، "او سنگ دل! درشت خواب! حمیم و نارِ جحیم کا تو مستحق ہے۔" پھر عمارہ بن عقبہ کو ترس آیا، ٹھنڈا پانی منگا کر پیشِ امام کیا، امام نے پینا چاہا، پیالہ خون سے بھر گیا (یعنی اس میں آپ کے خون کی آمیزش ہو گئی)، تین بار ایسا ہی ہوا، فرمایا "خدا کو یہی منظور نہیں۔"

جب ابن زیاد بد نہاد کے سامنے گئے، اسے سلام نہ کیا وہ بھڑکا اور کہا، "تم ضرور قتل کیے جاؤ گے۔" فرمایا، "تو مجھے وصیت کر لینے دے۔" اس نے اجازت دی۔

مسلم مظلوم نے عمرو بن سعد سے فرمایا" مجھ میں تجھ میں قرابت ہے۔ اور مجھے تجھ سے ایک پوشیدہ حاجت ہے۔" اس سنگدل نے کہا" میں سننا نہیں چاہتا۔" ابن زیاد بولا" سن لے کہ یہ تیرے چچا کی اولاد ہیں۔" وہ الگ لے گیا فرمایا" کوفہ میں، میں نے سات سو روپے قرض لئے ہیں وہ ادا کر دینا، اور بعد قتل میرا جنازہ ابن زیاد سے لیکر دفن کرا دینا اور امام حسین کے پاس کسی کو بھیج کر منع کرا بھیجنا۔" ابن سعد نے ابن زیاد سے یہ سب باتیں بیان کر دیں۔ وہ بولا،" کبھی خیانت کرنے والے کو بھی امانت سپرد کی جاتی ہے، یعنی انہوں نے پوشیدہ رکھنے کو فرمایا تھا، تو نے ظاہر کر دیں، اپنے مال کا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر حسین اگر ہمارا قصد نہ کریں گے، ہم ان کا نہ کریں گے، ورنہ ہم ان سے باز نہ رہیں گے، رہا مسلم کا جنازہ، اس میں ہم تیری سفارش سننے والے نہیں، پھر حکم پا کر جلاد ظالم، انہیں بالائے قصر لے گیا، امام مسلم برابر تسبیح و استغفار میں مشغول تھے، یہاں تک کہ شہید کئے گئے اور ان کا سر مبارک یزید پلید کے پاس بھیجا گیا۔

امام جنت (رضی اللہ عنہ) کی مقام کربلا کی جانب روانگی

پائی نہ تیغ عشق سے ہم نے کہیں پناہ
قرب حرم میں بھی تو ہیں قربانیوں میں ہم

سنہ ۶۰ھ کا پچھلا مہینہ اور حج کا زمانہ، دنیا کے دور دراز حصوں سے لاکھوں مسلمان وطن چھوڑ کر عزیزوں سے منہ موڑ کر اپنے رب جل جلالہ کے مقدس اور برگزیدہ گھر کی زیارت سے مشرف ہونے حاضر آئے ہیں، دلوں میں فرحت نے ایک جوش پیدا کر دیا ہے، اور سینوں میں سرور لہریں لے رہا ہے کہ یہی ایک رات بیچ میں ہے صبح نویں تاریخ ہے اور مہینوں کی محنت وصول ہونے، مدتوں کے ارمان نکلنے کا مبارک دن ہے۔ مسلمان خانہ کعبہ کے گرد پھر پھر کر نثار ہو رہے ہیں، مکہ معظمہ میں ہر وقت کی

چہل پہل نے دن کو روزِ عید اور رات کو شبِ برأت کا آئینہ بنادیا ہے۔ کعبہ کا دلکش بناؤ، کچھ ایسی دل آویز اداؤں کا سامان اپنے ساتھ لئے ہوئے ہے کہ لاکھوں کے جمگھٹ میں جسے دیکھئے شوق بھری نگاہوں سے اسی کی طرف دیکھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ پردے کی چلمن سے کسی محبوب دلنواز کی پیاری تجلیاں چھن چھن کر نکل رہی ہیں، جن کی ہوش ربا تاثیروں، دلکش کیفیتوں نے یہ مجلس آرائیاں کی ہیں۔ عاشقانِ دلدادہ فرقت کی مصیبتیں، جدائی کی تکلیفیں جھیل کر جب خوش قسمتی سے اپنے پیارے معشوق کے آستانہ پر حاضری کا موقعہ پاتے ہیں، ادب و شوق کی الجھن، مسرت آمیز بے قراری کی خوش آئندہ تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتی ہے اور وہ اپنی چمکتی ہوئی تقدیر پر طرح طرح سے ناز کرتے ہیں اور بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں،

مقامِ وجد ہے اے دل کہ کوئے یار میں آئے

بڑے دربار میں پہنچے بڑی سرکار میں آئے

غرض آج کا یہ دھوم دھامی جلسہ جو ایک غرض مشترک کے ساتھ اپنے محبوب کے درِ دولت پر حاضر ہے، اپنی بھرپور کامیابی پر انتہا سے زیادہ مسرت ظاہر کر رہا ہے۔ مگر امامِ مظلوم کے مقدس چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص وجہ سے اس مجمع میں شریک نہیں رہ سکتے یا ان کے سامنے سے کسی نے پردہ اٹھا کر کچھ ایسا عالم دکھادیا ہے کہ ان کی مقدس نگاہ کو اس مبارک منظر کی طرف دیکھنے اور ادھر متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں۔ اور اگر کسی وقت حاجیوں کے جماؤ کی طرف حسرت سے دیکھتے اور حجِ نفل کے فوت ہونے پر اظہارِ افسوس بھی کرتے ہیں، تو تقدیر، زبانِ حال سے کہہ اٹھتی ہے کہ "حسین تم غمگین نہ ہو اگر اس سال حج کرنے کا افسوس ہے تو میں نے تمہارے لئے حجِ اکبر کا سامان مہیا کیا ہے اور کمرِ شوق پر دامنِ ہمت کا مبارک

احرام چست باندھو، اگر حاجیوں کی سعی کے لئے مکہ کا ایک نالہ مقرر کیا گیا ہے تو تمہارے لئے کے سے کربلا تک وسیع میدان موجود ہے۔ حاجی اگر زمزم کا پانی پئیں گے تو تمہیں تین دن پیاسا رکھ کر شربتِ دیدار پلایا جائے گا کہ پیو تو خوب سیر ہو کر پیو، حاجی بقر عید کی دسویں کو مکہ میں جانوروں کی قربانیاں کریں گے، تو تم محرم کی دسویں کو کربلا کے میدان میں اپنی گود کے پالوں کو خاک وخون میں تڑپتا دیکھو گے، حاجیوں نے کے کی راہ میں مال صرف کیا ہے، تم کربلا کے میدان میں اپنی جان اور عمر بھر کی کمائی لٹا دو گے، حاجیوں کے لئے کے میں تاجروں نے بازار کھولا ہے، تم فرات کے کنارے دوست کی خاطر اپنی دکانیں کھولو گے۔ یہاں تاجر مال فروخت کرتے ہیں وہاں تم جانیں بیچو گے، یہاں حاجی خرید وفروخت کو آتے ہیں، تمہاری دکانوں پر تمہارا دوست جلوہ فرمائے گا، جو پہلے ہی ارشاد کر چکا ہے "**اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ** ۔بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں مول لے لئے ہیں۔ ﴿التوبۃ ۱۱۱، پ ۱۱﴾

غرض ان کیفیتوں نے کچھ ایسا از خود رفتہ بنا دیا ہے کہ امام عالی مقام (رضی اللہ عنہ) نے بقر عید کی آٹھویں تاریخ کوفے کا قصد فرمالیا، جب یہ خبر مشہور ہوئی تو عمر بن عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) نے اس ارادے کا خلاف کیا اور جانے سے مانع آئے، (حضرت امامِ عالی مقام (رضی اللہ عنہ) نے) فرمایا "جو ہونی ہے، ہو کر رہے گی۔" عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) نے نہایت عاجزی سے روکنا چاہا، اور عرض کی، "کچھ دنوں تامل فرمایئے اور انتظار کیجئے، اگر کوفی ابنِ زیاد کو قتل کردیں اور دشمنوں کو نکال باہر کردیں تو جانئے کہ نیک نیتی سے بلاتے ہیں اور اگر وہ ان پر قابض اور دشمن موجود ہیں تو ہر گز وہ حضور کو بھلائی کی طرف نہیں بلاتے، میں اندیشہ کرتا ہوں کہ یہ بلانے والے ہی مقابل

آئیں گے۔" فرمایا، "میں استخارہ کروں گا۔" عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) پھر آئے اور کہا، "بھائی صبر کرنا چاہتا ہوں مگر صبر نہیں آتا، مجھے اس روانگی میں آپ کے شہید ہو جانے کا اندیشہ ہے، عراقی بد عہد ہیں، انہوں نے آپ کے باپ کو شہید کیا، آپ کے بھائی کا ساتھ نہ دیا، آپ اہلِ عرب کے سردار ہیں، عرب ہی میں قیام رکھئے یا عراقیوں کو خط لکھئے کہ وہ ابنِ زیاد کو نکال دیں، اگر ایسا ہو جائے تشریف لے جایئے اور اگر تشریف ہی لے جانا ہے تو یمن کا قصد فرمایئے کہ وہاں قلعے ہیں، گھاٹیاں ہیں اور وہ ملک ایک وسیع سرزمین رکھتا ہے۔" فرمایا، "بھائی خدا کی قسم! میں آپ کو ناصح مشفق جانتا ہوں، مگر میں تو ارادہ مصمم (یعنی پختہ ارادہ) کر چکا۔" عرض کی، "تو بیبیوں کو ساتھ نہ لے جایئے۔" یہ بھی منظور نہ ہوا۔

عبداللہ ابنِ عباس (رضی اللہ عنہ) ہائے پیارے! ہائے پیارے! کہہ کر رونے لگے۔ اسی طرح عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے منع کیا نہ مانا، انہوں نے پیشانی مبارک پر بوسہ دے کر کہا، "اے شہید ہونے والے! میں تمہیں خدا کو سونپتا ہوں۔"

یونہی عبداللہ ابن زبیر (رضی اللہ عنہ) نے روکا، فرمایا، "میں نے اپنے والد صاحب سے سنا ہے کہ ایک مینڈھے کے سبب سے مکے کی بے حرمتی کی جائے گی، میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مینڈھا میں ہوں۔" جب روانہ ہو لئے، راہ میں آپ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ ابن جعفر (رضی اللہ عنہ) کا خط ملا، لکھا تھا، "ذرا ٹھہریئے میں ابھی آتا ہوں۔"

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے عمرو بن سعید حاکم مکہ سے امامِ مظلوم کے لئے ایک خط "امان اور واپس بلانے کا" مانگا، انہوں نے لکھ دیا اور اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو واپس لانے کے لئے ساتھ کر دیا۔ دونوں حاضر آئے اور سر سے پاؤں تک گئے (یعنی بے

حد اصرار کیا) کہ واپس تشریف لے چلیں، مقبول نہ ہوا۔ فرمایا، "میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اور مجھے ایک حکم دیا گیا ہے، اس کی تعمیل کروں گا، سر جائے خواہ رہے نہ رہے۔" پوچھا، "وہ خواب کیا ہے؟" فرمایا، "جب تک زندہ ہوں کسی سے نہ کہوں گا۔" یہ فرما کر روانہ ہو گئے۔

نظم

سب نے عرض کی کہ شہزادۂ حیدر مت جا ‏ ‏ اے حسین، ابن علی، سبطِ پیغمبر مت جا
صدمے واں پہنچے علی اور حسن کو کیا کیا ‏ ‏ جانا کوفہ کا ہرگز نہیں بہتر مت جا
حق نما آئینہ ہے رخ تیرا اندھے ہیں وہی ‏ ‏ لے کے اندھوں میں یہ آئینہ سکندر مت جا
سنگِ باراں سے بچا جامِ بلوریں اپنا ‏ ‏ ایسے لوگوں میں جو پتھر سے ہیں بدتر مت جا
گلِ شادابِ نبی اب اپنے چمن سے نہ نکل ‏ ‏ نازنیں پھول ہے تُو کانٹوں کے اندر مت جا
چلتے ہیں صرصرِ آفات کے ظلم جھونکے ‏ ‏ شمع رو قلعہ فانوس سے باہر مت جا
بوسعید، ابنِ عمر، جابر و ابنِ عباس ‏ ‏ تھا یہی کلمہ سب اصحاب کے لب پر مت جا
میدآں اس شاہ کو مقتل میں قضا لے ہی گئی ‏ ‏ کہتے سب رہ گئے اے دین کے سرور مت جا

جب امام کے بھائی امام محمد حنفیہ (رضی اللہ عنہ) کو روانگی امام کی خبر پہنچی، طشت میں وضو فرما رہے تھے، اس قدر روئے کہ طشت آنسوؤں سے بھر دیا، امام تھوڑی دور پہنچے ہیں کہ فرزدق شاعر کوفے سے آتے ملے، کوفیوں کا حال پوچھا، عرض کیا "اے رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے! ان کے دل حضور کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ، قضا آسمان سے اترتی ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

ابنِ زیاد کی جانب سے ناقہ بندی

غرض ادھر تو امام روانہ ہوئے، ادھر ابن زیاد بد نہاد بانی فساد کو جب یہ خبر پہنچی، قادسیہ سے خفان و کوہ لعلع اور قطقطانہ تک فوج سے ناقہ بندیاں کرا دیں اور قیامت تک

کے مسلمانوں کے دلوں کو گھائل کرنے اور کلیجوں میں گھاؤ ڈالنے کی بنیاد ڈال دی۔امام مظلوم نے قیس بن مسہر کو اپنی تشریف آوری کی اطلاع دینے کوفے بھیجا، جب یہ مرحوم قادسیہ پہنچے، ابن زیاد کے سپاہی گرفتار کر کے اس خبیث کے پاس لے گئے۔اس مردود نے کہا، "اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو اس چھت پر چڑھ کر حسین کو گالیاں دے۔" یہ سن کر وہ خاندانِ نبوت کا فدائی اہلِ بیتِ رسالت کا شیدائی چھت پر گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد بلند آواز سے کہنے لگا، "حسین آج تمام جہاں سے افضل ہیں، رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ زہرا کے کلیجے کے ٹکڑے ہیں، مولیٰ علی کی آنکھوں کے نور، دل کے سُرور ہیں، میں ان کا قاصد ہوں، ان کا حکم مانو اور ان کی اطاعت کرو، پھر کہا ابنِ زیاد اور اس کے باپ پر لعنت۔"

آخر کار اس مردک نے جل کر حکم دیا کہ چھت سے گرا کر شہید کیے جائیں اس وقت اس بادۂ الفت (یعنی شرابِ الفت) کے متوالے کا بے قرار دل، امامِ عرش مقام کی طرف منہ کئے التجا کے لہجے میں عرض کر رہا ہے،

بجرم عشق تو ام مے کشند غوغائیست
تونیز برسر بام آ کہ خوش تماشائیست

﴿میرا جرم تیرے عشق کے سوا اور کچھ نہیں، یہ اسی کا شور ہے۔تو مہربانی کر کے میرے پاس آ، کیونکہ تمہاری زیارت بہت عمدہ ہے۔﴾

﴿زہیر بن قین بجلی (رضی اللہ عنہ) کی معیت﴾

امام مظلوم آگے بڑھے تو راہ میں زہیر بن قین بجلی (رضی اللہ عنہ) ملے، وہ حج سے واپس آتے تھے اور مولیٰ علی (رضی اللہ عنہ) سے کچھ کدورت رکھتے تھے۔دن بھر امام کے ساتھ رہتے، رات کو علیحدہ ٹھہرتے۔ایک روز امام نے بلا بھیجا، بکراہت آئے

،خدا جانے کیا فرمادیا اور کس ادا سے دل چھین لیا کہ اب جو واپس آئے تو اپنا اسباب امام کے اسباب میں رکھ دیا اور ساتھیوں سے کہا، جو میرے ساتھ رہنا چاہے 'رہے ورنہ یہ ملاقات ' پچھلی (یعنی آخری) ملاقات ہے، پھر اپنا سامان لے آنے اور امام کے ساتھ ہو جانے کا سبب بیان کیا کہ شہر ملنجز پر ہم نے جہاد کیا، وہ فتح ہوا، کثیر نعمتوں کے ملنے پر ہم بہت خوش ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا، "جب تم جوانانِ آلِ محمد ﷺ کے سردار کو پاؤ تو ان کے ساتھ دشمن سے لڑنے پر اس سے زیادہ خوش ہونا۔" اب وہ وقت آ گیا ہے، میں تم سب کو سپردِ خدا کرتا ہوں، پھر اپنی بی بی کو طلاق دے کر کہا، "گھر جاؤ، (کیوں کہ ایسا نہ ہو) کہ میرے سبب سے تم کو کوئی نقصان پہنچے۔"

خدا جانے ان اچھی صورت والوں کی اداؤں میں کس قیامت کی کشش رکھی گئی ہے، یہ جسے ایک نظر دیکھ لیتے ہیں، وہ ہر طرف سے ٹوٹ کر انہیں کا ہو رہتا ہے۔ پھر یاروں سے یاری رہتی ہے، نہ زن و مرد کی پاسداری۔ آخر یہ وہی زہیر تو ہیں جو مولیٰ علی (رضی اللہ عنہ) سے کدورت رکھتے اور رات کو امام سے علیحدہ ٹھہرتے تھے، یہ انہیں کیا ہو گیا؟ اور کس کی ادا نے مار رکھا (یعنی اپنا عاشق بنا لیا) جو عزیزوں کا ساتھ چھوڑنے، عورت کو طلاق دینے پر مجبور ہو کر بے کسی سے جان دینے اور مصیبتیں جھیل کر شہید ہونے کو آمادہ ہو گئے۔

امام مسلم (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کی خبر

اب یہ قافلہ اور بڑھا تو ابنِ اشعث کا بھیجا ہوا آدمی ملا، جو حضرت مسلم کی وصیت پر عمل کرنے کی غرض سے بھیجا گیا، اس سے حضرت مسلم کی شہادت کی خبر معلوم ہونے پر بعض ساتھیوں نے امام کو قسم دی کہ یہیں سے پلٹ چلئے۔ مسلم شہید کے

عزیزوں نے کہا، "ہم کسی طرح نہیں پلٹ سکتے، یا خونِ ناحق کا بدلہ لیں گے یا مسلم مرحوم سے جا ملیں گے۔" امام نے فرمایا کہ "تمہارے بعد زندگی بے کار ہے۔" پھر جو لوگ راہ میں ساتھ ہو لئے تھے ان سے ارشاد کیا، "کوفیوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے، اب جس کے جی میں آئے پلٹ جائے، ہمیں کچھ ناگوار نہ ہوگا۔" یہ اس غرض سے فرمایا کہ لوگ یہ سمجھ کر ہمراہ ہوئے تھے کہ امام ایسی جگہ تشریف لے جاتے ہیں جہاں کے لوگ داخلِ بیعت ہو چکے ہیں، یہ سن کر سوا ان چند بندگانِ خدا کے جو مکہ معظمہ سے ہم رکاب سعادت مآب تھے، سب اپنی اپنی راہ گئے۔

پھر ایک عربی ملے۔ عرض کی کہ "اب تیغ و سنان پر جانا ہے (یعنی اب آگے تشریف لے جانا اپنے آپ کو تلواروں اور نیزوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔) آپ کو قسم ہے کہ واپس جایئے۔" فرمایا، "جو خدا چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے۔"

حضرت حر (رضی اللہ عنہ) کی آمد

اب امامِ عالی مقام موضع شراف سے آگے بڑھے ہیں۔ یہ دوپہر کا وقت ہے، یکا یک ایک صاحب نے اللہ اکبر کہا، فرمایا "کیا ہے؟" کہا "کھجور کے درخت نظر آئے ہیں۔" قبیلہ بنی اسد کے دو شخصوں نے کہا "اس زمین میں کھجور کبھی نہ تھے۔" فرمایا "پھر کیا ہے؟" عرض کی "سوار معلوم ہوتے ہیں۔" فرمایا "میرا بھی یہی خیال ہے، اچھا تو یہاں کوئی پناہ کی جگہ ہے کہ اسے ہم اپنی پشت پر لے کر اطمینان کے ساتھ دشمن کے ساتھ مقابلہ کر سکیں۔" کہا "ہاں! کوہ ذو حسم، اگر حضور ان سے پہلے اس تک پہنچ گئے۔"

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سوار نظر آئے اور امام سبقت فرما کر پہاڑ کے پاس ہو لئے، جب وہ اور قریب آئے تو معلوم ہوا کہ حر ہیں جو ایک ہزار سواروں پر افسر بنا کر

امام کو ابن زیاد بد نہاد کے پاس لے جانے کے لئے بھیجے گئے ہیں، اس ٹھیک دوپہر میں اصحابِ امام کے سامنے اترے۔ مالک کوثر کے بیٹے نے حکم دیا کہ "انھیں اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلاؤ۔" ہمراہیانِ امام نے پانی پلایا۔

جب ظہر کا وقت ہوا، امام نے مؤذن کو حکم دیا، پھر ان لوگوں سے فرمایا، "تمہاری طرف میرا آنا اپنی مرضی سے نہ ہوا، تم نے خط اور قاصد بھیج بھیج کر بلایا، اب اگر اطمینان کا اقرار کرو، تو میں تمہارے شہر کو چلوں ورنہ واپس جاؤں۔" کسی نے جواب نہ دیا اور مؤذن سے کہا تکبیر کہو۔ امام نے حر سے فرمایا، "اپنے ساتھیوں کو تم نماز پڑھاؤ گے؟" کہا "نہیں، آپ پڑھائیں اور ہم سب مقتدی ہوں (گے)۔" بعدِ نماز حر، اپنے مقام پر گئے۔ امام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بعد ان لوگوں سے ارشاد کیا، "اگر تم اللہ سے ڈرو اور حق کو اس کے اہل کے لئے پہچانو تو خدا تعالیٰ کی رضامندی اسی میں ہے کہ ہم اہلِ بیت ان ظالموں کے مقابلہ میں "اولی الامر (یعنی حاکم)" ہونے کے مستحق ہیں، بایں ہمہ (یعنی اس سب کے ساتھ ساتھ) اگر تم ہمیں ناپسند کرو اور ہمارا حق نہ پہچانو اور اپنے خطوں اور قاصدوں کے خلاف ہمارے بارے میں رائے رکھنا چاہو تو میں واپس جاؤں۔"

حر نے عرض کی "واللہ! ہم نہیں جانتے کیسے خط اور کیسے قاصد؟" امام نے بھرے ہوئے خط نکال کر سامنے ڈال دیئے۔ حر نے کہا "میں خط بھیجنے والوں میں نہیں، مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے، جب آپ کو پاؤں تو کوفہ، ابن زیاد کے پاس پہنچاؤں۔" فرمایا "تیری موت نزدیک ہے اور یہ ارادہ دور۔" پھر ہمراہیوں کو حکم دیا کہ "واپس چلیں۔" حر نے روکا۔ فرمایا "تیری ماں تجھے روئے کیا چاہتا ہے؟" کہا "سنئے! خدا کی قسم آپ کے سوا تمام عرب میں کوئی اور یہ بات کہتا تو میں اس کی ماں کو برائی سے کہتا۔ کسے باشد (یعنی

کوئی بھی ہو)، واللہ آپ کی ماں کا نام پاک تو میں ایسے موقع پر لے ہی نہیں سکتا۔" فرمایا "آخر مطلب کیا ہے؟" عرض کی "ابن زیاد کے پاس حضور کا لے چلنا۔" فرمایا "تو خدا کی قسم! تیرے ساتھ نہ چلوں گا۔" کہا "تو خدا کی قسم! آپ کو نہ چھوڑوں گا۔"

جب بات بڑھی اور حر نے دیکھا، امام یوں راضی نہ ہوں گے اور کسی گستاخی کی نسبت ان کے ایمان نے اجازت نہ دی تو یہ عرض کی کہ "میں دن بھر تو حضور کے ساتھ سے علیحدہ ہو نہیں سکتا، ہاں جب شام ہو تو آپ مجھ سے عورتوں کی ہمراہی کا عذر فرما کر علیحدہ ٹھہریئے اور رات میں کسی وقت موقع پا کر تشریف لے جایئے ،میں ابن زیاد کو کچھ لکھ بھیجوں گا۔ شاید اللہ تعالیٰ کوئی وہ صورت کرے کہ میں کسی معاملہ میں مبتلا ہونے کی جرأت نہ کر سکوں"۔

کوفیوں کی بے وفائی اور قیس بن مسہر کی شہادت کی خبر

جب عذیب الہجانات پہنچے تو کوفے سے چار شخص آتے ملے، حال پوچھا، مجمع بن عبید اللہ عامری نے عرض کی، "شہر کے رئیسوں کو بھاری رشوتوں سے توڑ لیا گیا ہے اور ان کے تھیلیوں کو روپوں اشرفیوں سے بھر دیا گیا ہے وہ تو ایک زبان حضور کے مخالف ہو گئے۔ رہے عوام ان کے دل حضور کی جانب جھکتے ہیں اور کل انہیں کی تلواریں حضور پر کھنچیں گی۔" فرمایا "میرے قاصد قیس کا کیا حال ہے؟" کہا "قتل کیے گئے۔" امام بے اختیار رو پڑے اور فرمایا "کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی انتظار میں ہے، الٰہی ہمیں اور انہیں جنت میں جمع فرما۔"

طرماح بن عدی نے عرض کی، "آپ کے ساتھ گنتی کے آدمی ہیں اگر حر کی جماعت ہی آپ سے لڑے تو کفایت کر سکتی ہے، نہ کہ وہ جماعت جو چلنے سے ایک دن پہلے میں نے کوفہ میں دیکھی تھی، جو آپ کی طرف روانگی کے لئے تیار ہے۔ میں نے

اپنی تمام عمر اتنی بڑی فوج کبھی نہ دیکھی، میں حضور کو قسم دیتا ہوں کہ اگر ان سے ایک بالشت بھر جدائی کی قدرت ہو تو اسی قدر کیجیے اور اگر وہ جگہ منظور ہو جہاں باذن اللہ تعالیٰ آرام واطمینان سے قیام فرما کر تدبیر فرمایئے تو میرے ساتھ کوہ آجاء کی طرف چلیے، واللہ اس پہاڑ کے سبب سے ہم بادشاہان غسان وحمیر اور نعمان بن المنذر بلکہ عرب وعجم کے سب حملوں سے محفوظ رہے۔ حضور! وہاں ٹھہر کر آجاؤ، سلے کے رہنے والوں کو فرمان تحریر فرمایئے، خدا کی قسم دس دن نہ گزریں گے کہ قوم طے کے سوار پیادے حاضر خدمت ہوں گے، پھر جب تک مرضی مبارک ہو ہم میں ٹھہریئے اور اگر پیش قدمی کا قصد ہو تو بنی طے سے بیس ہزار نوجوان حضور کے ہمراہ کر دینے کا میرا ذمہ ہے، اور جو حضور کے سامنے تلوار چلائیں گے اور جب تک ان میں کوئی آنکھ پلک مارتی باقی رہے گی حضور تک دشمن نہ پہنچ سکیں گے۔" ارشاد ہوا، "اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، ہمارا اور کوفیوں کا کچھ قول ہو گیا ہے جس سے ہم نہیں پھر سکتے۔" یہ فرما کر انہیں رخصت کیا۔

امامِ عالی مقام (رضی اللہ عنہ) کا خواب دیکھنا

امام نے راہ میں ایک خواب دیکھا، جاگے تو **انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین**، فرماتے ہوئے اٹھے۔ امام زین العابدین نے عرض کی "اے باپ! میں آپ پر قربان، کیا بات ملاحظہ فرمائی؟" فرمایا "خواب میں ایک سوار دیکھا کہ کہہ رہا ہے، لوگ چلتے ہیں اور ان کی قضائیں ان کی طرف چل رہی ہیں میں (اس قول کا مطلب یہ) سمجھا (ہوں) ہمیں ہمارے قتل کی خبر دی جاتی ہے۔" حضرتِ عابد (رضی اللہ عنہ) نے کہا "اللہ آپ کو کوئی برائی نہ دکھائے کیا ہم حق پر نہیں۔" فرمایا "ضرور ہیں۔" عرض کی "جب ہم حق پر جان دیتے اور قربان ہوتے ہیں، تو کیا پروا ہے؟"

فرمایا "اللہ تعالیٰ تم کو ان سب جزاؤں سے بہتر جزا دے جو کسی باپ کی طرف سے ملے۔"

ابن زیاد کی طرف سے امام عرش مقام (رضی اللہ عنہ) پر سختی کا حکم

جب نینوے پہنچے تو ایک سوار کوفے سے آتا ملا، اس نے حر کو ابن زیاد کا خط دیا، لکھا تھا "حسین پر سختی کر، جہاں اتریں میدان میں اتریں، پانی سے دور ٹھہریں، یہ قاصد برابر تیرے ساتھ رہے گا یہاں تک کہ تو مجھے خبر دے کہ تو نے میرے حکم کی کیا تعمیل کی ہے؟"

حر نے خط پڑھ کر امام سے گزارش کی کہ "مجھے یہ خط آیا ہے میں اس کا خلاف نہیں کر سکتا کہ یہ قاصد مجھ پر جاسوس بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

زہیر بن القین نے عرض کی، "خدا کی قسم اس کے بعد جو کچھ آئے گا وہ اس سے سخت تر ہوگا اس گروہ کا قتال ہمیں آئندہ والوں کے قتال سے آسان ہے۔" ارشاد ہوا "ہم ابتداء نہ فرمائیں گے۔" یہ باتیں ہو رہیں تھیں کہ آفتاب غروب ہو گیا اور محرم کی دوسری رات کا چاند اپنی ہلکی ہلکی روشنی دکھانے لگا، دونوں لشکر علیحدہ علیحدہ ٹھہرے۔

نواسۂ رسول (رضی اللہ عنہ) کی شب میں روانگی

اب مشرقی کناروں سے اندھیرا بڑھتا آتا ہے اور بزم فلک کی شمعیں روشن ہو جاتی ہیں، فضائے عالم کے سیاح اور خدا کی آزاد مخلوق پرند چہچہا کر خاموش ہو گئے ہیں، زمانے کی رفتار بتانے والی گھڑی اور عمروں کا حساب سمجھانے والی جنتری اسلامی سن کی تقویم جسے قدرت کے زبردست ہاتھ نے عرجون قدیم تک کی حد تک پہنچا دیا ہے، کچھ دیر اپنی دلکش ادائیں دکھا کر روپوش ہو گئی، تاریکیوں کا رنگ اب اور بھی گہرا ہو

گیا ہے۔ نگاہیں جو تقریباً دو گھنٹے پہلے دنیا کی وسیع آبادی میں دور کی چیزوں کو بہ اطمینان تمام دیکھتی اور پرکھ سکتی تھیں، اب تھوڑے فاصلہ پر بھی کام دینے میں الجھتی بلکہ ناکام رہ جاتی ہیں اور اگر کچھ نظر بھی آجاتا ہے تو رات کی چلمن اسے صاف معلوم ہونے سے روکتی ہے۔ وقت کے زیادہ گزرنے اور بول چال کے موقوف ہو جانے نے سناٹا پیدا کر دیا ہے رات اور بھی بھیانک ہو گئی ہے۔ شب بیدار ستاروں کی آنکھیں جھکی پڑی ہیں، سونے والے لمبیاں تانے سو رہے ہیں، نیند کا جادو زمانے پر چل گیا ہے، حر کے لشکر سے نفیر خواب بلند ہوئی ہے، امام جنت مقام جنھوں نے اتنی رات اسی موقع کے انتظار میں جاگ جاگ کر گزاری ہے، کوچ کی تیاریاں فرمارہے ہیں اسباب جو شام سے بندھا رکھا ہے بار کیا گیا اور عورتوں بچوں کو سوار کرا لیا گیا۔

اب یہ مقدس قافلہ اندھیری رات میں فقط اس آسرے پر روانہ ہو گیا ہے کہ رات زیادہ ہے دشمن سوتے رہیں گے اور ہم ان سے صبح ہونے تک بہت دور نکل جائیں گے، باقی رات چلتے اور سواریوں کو تیز چلاتے گزاری۔

میدانِ کربلا میں آمد

اب تقدیر کی خوبیاں دیکھئے کہ مظلوموں کی صبح ہوتی ہے تو کہاں، کربلا کے میدان میں جل جلالہ، یہ محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ اور پنج شنبہ کا دن ہے۔ عمرو بن سعد اپنا لشکر لے کر امام کے مقابلے پر آگیا ہے، اس بدبخت کو ابن زیاد بدنہاد نے کفار دیلم کے جہاد پر مقرر کیا۔ اور فتح کے صلے میں حکومت "رے" کا فرمان لکھ دیا تھا۔ امام مظلوم کی خبر پائی بدنصیب کی نیت بدی پر آئی بلا کر کہا "ادھر کا قصد ملتوی رکھ، پہلے حسین سے مقابل ہو، فارغ ہو کر ادھر جانا۔" کہا "مجھے معاف کرو۔" کہا "بہتر مگر اس شرط پر کہ ہمارا نوشتہ (فرمان) واپس دے۔" اس نے ایک دن کی مہلت مانگ کر احباب

سے مشورہ کیا، سب نے ممانعت کی اور اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے کہا، "اے ماموں! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ حسین سے مقابلہ کر کے گناہ گار ہوگا، اللہ کی قسم اگر ساری دنیا تیری سلطنت میں ہو تو اسے چھوڑنا اس سے آسان ہے کہ تو خدا سے حسین کا قاتل ہو کر ملے۔" کہا "نہ جاؤں گا۔" مگر ناپاک دل میں تردد رہا، رات کو آواز آئی، کوئی کہتا ہے،

اَاَتْرُكُ مُلْكَ الرَّيْ وَالرَّيُّ رَغْبَةٌ"
اَمْ اَرْجِعُ مَذْمُوْمًا بِقَتْلِ حُسَيْنٍ

وَفِيْ قَتْلِهِ النَّارُ الَّتِيْ لَيْسَ دُوْنَهَا
حِجَابٌ" وَمُلْكُ الرَّيِّ قُرَّةُ الْعَيْنِ

﴿کیا میں رے کی حکومت چھوڑ دوں حالانکہ رے مرغوب چیز ہے یا قتل حسین کی مذمت گوارہ کروں اور ان کے قتل میں وہ آگ ہے جس کی روک نہیں اور رے کی سلطنت آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔﴾

آخر قتلِ امامِ مظلوم ہی پر رائے قرار پائی، بے دین نے اَلدِّيْنُ مَزْرَعَةُ الدُّنْيَا (یعنی دین، دنیا کی کھیتی ہے) کی ٹھہرائی۔ ۱؎

﴿امام مظلوم (رضی اللہ عنہ) پر پانی بند ہونا﴾

عمرو بن سعد نے فرات کے گھاٹوں پر پانسو سوار بھیج کر، ساقی کوثر (علیہ السلام) کے بیٹے پر پانی بند کروا دیا۔ ایک رات امام نے بلا بھیجا، دونوں لشکروں کے بیچ میں حاضر آیا۔ دیر تک باتیں رہیں، امام نے سمجھایا کہ "اہل باطل کا ساتھ چھوڑ۔" کہا کہ "میرا گھر ڈھایا جائے گا۔" فرمایا "اس سے بہتر بنوا دوں گا۔" کہا کہ "میری جائیداد چھن

۱؎: یعنی ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ دنیا کو دین پر قربان کر دیتا لیکن اس نے اپنی بدقسمتی سے برعکس معاملہ کیا۔

جائے گی۔ "ارشاد ہوا "اس سے اچھی عطا فرماؤں گا۔"

ابنِ سعد کی طرف سے ابنِ زیاد کو مصلحت آمیز خط اور شمر کا امام کے خلاف ورغلانا

تین چار راتیں یہی باتیں رہیں، جن کا اثر اس قدر ہوا کہ ابن سعد نے ایک صلح آمیز خط ابنِ زیاد کو لکھا کہ "حسین چاہتے ہیں یا تو مجھے واپس جانے دو یا یزید کے پاس لے چلو یا کسی اسلامی سرحد پر چلا جاؤں، اس میں تمہاری مراد حاصل ہے۔" حالانکہ امام نے یزید پلید کے پاس جانے کو ہرگز نہ فرمایا تھا، ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا، "بہتر ہے۔ شمر ذِی الجَوْشن (یعنی زرہ والا) خبیث بولا، "کیا یہ باتیں مانے لیتا ہے؟ خدا کی قسم اگر حسین بے تیری اطاعت کئے چلے گئے تو ان کے لئے عزت و قوت ہوگی اور تیرے واسطے ضعف و ذلت، یوں نہیں بلکہ تیرے حکم سے جائیں، اگر تُو سزا دے تو مالک ہے اور اگر معاف کرے تو تیرا احسان ہے، میں نے سنا ہے کہ حسین اور ابن سعد میں رات رات بھر باتیں ہوتی ہیں۔" ابن زیاد نے کہا، "تیری رائے مناسب ہے تُو میرا خط ابن سعد کے پاس لے جا اگر وہ مان لے تو اس کی اطاعت کرنا ورنہ تُو سردارِ لشکر ہے اور ابن سعد کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔" پھر ابن سعد کو لکھا کہ "میں نے تجھے حسین کی طرف اس لئے بھیجا تھا کہ تو ان سے دست کش ہو یا امید دلائے اور ڈھیل دے یا ان کا سفارشی بنے؟ دیکھ! حسین سے میری فرمانبرداری کے لئے کہہ، اگر مان لیں تو مطیع بنا کر یہاں بھیج دے ورنہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر، اگر تو ہمارا حکم مانے گا تو تجھے فرماں برداری کا انعام ملے گا ورنہ ہمارا لشکر شمر کے لئے چھوڑ دے۔"

جب شمر نے خط لیا تو عبداللہ ابن ابی المحل بن حزام اس کے ساتھ تھا، اس کی پھوپھی ام البنین بنت حزام (رضی اللہ عنہا) مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی زوجہ اور پسران مولیٰ علی (رضی اللہ عنہ)، حضرت عباس و عثمان و عبداللہ و جعفر (رضی اللہ

معظم) کی والدہ تھیں، اس نے ابن زیاد سے اپنے ان پھوپھی زاد بھائیوں کے لئے امان مانگی، اس نے لکھ دی۔ وہ خط اس نے ان صاحبوں کے پاس بھیجا، انھوں نے فرمایا، "ہمیں تمہاری امان کی حاجت نہیں، ابن سمیہ کی امان سے اللہ تعالیٰ کی امان بہتر ہے۔"

شمر کی ابنِ سعد کے پاس آمد

جب شمر نے ابن سعد کو ابن زیاد بد نہاد کا خط دیا، اس نے کہا "تیرا برا ہو، میرا خیال ہے کہ تو نے ابن زیاد کو میری تحریر پر عمل کرنے سے پھیر کر کام بگاڑ دیا، مجھے صلح ہو جانے کی پوری امید تھی، حسین تو ہرگز اطاعت کو قبول کریں گے ہی نہیں، خدا کی قسم ان کے باپ کا دل ان کے پہلو میں رکھا ہوا ہے۔" شمر نے کہا، "اب تو کیا کرنا چاہتا ہے؟" بولا، "جو ابنِ زیاد نے لکھا ہے۔" شمر نے عباس اور ان کے حقیقی بھائیوں کو بلا کر کہا، "اے بھانجو! تمہیں امان ہے۔" وہ بولے "اللہ کی لعنت تجھ پر اور تیری امان پر، ماموں بن کر ہمیں امان دیتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کو امان نہیں۔"

نو محرم الحرام اور خواب میں جدِ کریم ﷺ کی تشریف آوری

یہ پنجشنبہ کی شام اور محرم کی نویں تاریخ ہے اس وقت سردارِ جوانانِ جنت کے مقابلہ میں جہنمی لشکر کو جنبش دی گئی ہے اور وہ ہے شہادت کا متوالا، حیدری کچھار کا شیر، خیمہ اطہر کے سامنے تیغ بکف جلوہ فرما ہے۔ آنکھ لگ گئی ہے، خواب میں اپنے جدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا ہے کہ اپنے لختِ جگر کے سینہ پر دستِ اقدس رکھے فرما رہے ہیں" اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا. الٰہی حسین کو صبر و اجر عطا کر۔" اور ارشاد ہوتا ہے کہ "اب تم قریب ہم سے ملنا چاہتے اور اپنا روزہ ہمارے پاس آکر افطار کیا چاہتے ہو۔" جوشِ مسرت میں امام کی آنکھ کھل گئی، ملاحظہ فرمایا، دشمن حملہ آوری کا قصد کر رہے ہیں، جمعہ کے خیال اور پسماندوں کو وصیت کرنے کی غرض

سے امام نے ایک رات کی مہلت چاہی، ابن سعد نے مشورہ لیا، عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا "اگر دیلم کے کافر بھی تم سے ایک رات مہلت مانگتے تو دینی چاہیے تھی۔" غرض مہلت دی گئی۔

لشکر امام عالی مقام کی طرف سے مقابلے کی تیاری

یہاں یہ کاروائی ہوئی کہ سب خیمے ایک دوسرے کے قریب کر دیئے گئے، طنابوں سے طنابیں ملا دیں، خیموں کے پیچھے خندق کھود کر نرکل وغیرہ خشک لکڑیوں سے بھر دی۔

اب مسلمان ان کاموں سے فارغ ہو کر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امام اپنے اہل ساتھیوں سے فرما رہے ہیں، "صبح ہمیں دشمنوں سے ملنا ہے، میں نے خوشی تمام تم سب کو اجازت دی، ابھی رات باقی ہے جہاں جگہ پاؤ چلے جاؤ اور ایک ایک شخص

میرے اہل بیت سے ایک ایک کو ساتھ لے جاؤ، اللہ تم سب کو جزائے خیر دے، دیہات وبلاد میں متفرق ہو جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بلا ٹالے، دشمن جب مجھے پائیں گے، تمہارا پیچھا نہ کریں گے۔" یہ سن کر امام کے بھائیوں، صاحبزادوں، بھتیجوں اور عبداللہ ابن جعفر کے بیٹوں نے عرض کی "یہ ہم کس لئے کریں اس لئے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں، اللہ ہمیں وہ منحوس دن نہ دکھائے کہ آپ نہ ہوں اور ہم باقی ہوں۔"

مسلم شہید کے بھائیوں سے فرمایا گیا، "تمہیں مسلم کا قتل ہونا ہی کافی ہے میں اجازت دیتا ہوں، تم چلے جاؤ۔" عرض کی اور ہم لوگوں سے جا کر کیا کہیں؟ یہ کہیں کہ "اپنے سردار، اپنے آقا، اپنے سب سے بہتر بھائی کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ آئے ہیں نہ ان کے ساتھ کوئی تیر پھینکا، نیزہ مارا، نہ تلوار چلائی اور ہمیں خبر نہیں کہ ہمارے

چلے آنے کے بعد ان پر کیا گزری؟ خدا کی قسم! ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے بلکہ اپنی جانیں، اپنے بال بچے تمہارے قدموں پر فدا کر دیں گے، تم پر قربان ہو کر مر جائیں گے اللہ اس زندگی کا برا ہو جو تمہارے بعد ہو۔"

خوشا عالی کہ گردم گرد کویت

رخے پر خوں گریباں پارہ پارہ

﴿کتنی بلند قسمت ہے کہ میں تیری گلی میں گھوم رہا ہوں اور میرا چہرہ خون آلود ہے اور گریبان چاک ہے۔﴾

مسلم بن عوسجہ اسدی نے عرض کی، "کیا ہم حضور کو چھوڑ کر چلے جائیں حالانکہ ابھی ہم نے حضور کا کوئی حق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے معذرت کی جگہ پیدا نہ کی، خدا کی قسم! میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اپنا نیزہ دشمنوں کے سینوں میں توڑ دوں اور جب تک تلوار میرے ہاتھ میں رہے، وار کئے جاؤں، خدا گواہ ہے اگر میرے پاس ہتھیار بھی نہ ہوتے تو میں پتھر مارتا، یہاں تک کہ آپ کے ساتھ مارا جاتا۔" اسی طرح اور سب ساتھیوں نے بھی گزارش کی۔ اللہ عزوجل ان سب کو جزائے خیر دے اور جنات الفردوس میں امامِ عالی مقام (رضی اللہ عنہ) کا ساتھ اور ان کے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا سایہ عطا فرمائے اور دنیا و آخرت و قبر و حشر میں ہمیں ان کے برکات سے بہرہ مندی بخشے۔ آمین آمین یا ارحم الراحمین

اسی رات میں امام نے کچھ ایسے شعر پڑھے جن کا مضمون حسرت وبے کسی کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھینچ دے: زمانہ صبح و شام خدا جانے کتنے دوستوں اور عزیزوں کو قتل کرتا ہے اور جسے قتل کرنا چاہتا ہے اس کے بدلے میں دوسرے پر راضی نہیں ہوتا۔ ہونے والے واقعے کی خبر دینے والی دل خراش آواز حضرت زینب (رضی اللہ

عنہا) کے کان میں پہنچی، صبر نہ ہو سکا بے تاب ہو کر چلاتی ہوئی دوڑیں، "کاش! اس دن سے پہلے موت آگئی ہوتی، آج میری ماں فاطمہ () کا انتقال ہوتا ہے، آج میرے باپ علی (رضی اللہ عنہ) دنیا سے گزرتے ہیں، آج میرے بھائی حسن (رضی اللہ عنہ) کا جنازہ نکلتا ہے، اے حسین! اے گزرے ہوؤں کی نشانی اور پسماندوں کی جائے پناہ! پھر غش کھا کر گر پڑیں۔

اللہ اکبر! آج مالک کوثر کے گھر میں اتنا پانی بھی نہیں کہ بے ہوش بہن کے منہ پر چھڑکا جائے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا "اے بہن! اللہ سے ڈرو اور صبر کرو، جان لو سب زمین والوں کو مرنا اور سب آسمان والوں کو گزرنا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو فنا ہے، میرے باپ، میری ماں، میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے۔ ہر مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کی راہ چلنی چاہیئے۔"

اب قیامت قائم ہوتی ہے

بہاروں پر ہیں آج آرائش گلزار جنت کی
سواری آنے والی ہے شہیدان محبت کی

کھلے ہیں گل بہاروں پر ہے پھلواری جراحت کی
فضا ہر زخم کے دامن سے وابستہ ہے جنت کی

گلا کٹوا کے بیڑی کاٹنے آئے ہیں امت کی
کوئی تقدیر تو دیکھے اسیران امت کی

شہید ناز کی تفریح زخموں سے نہ کیوں کر ہو
ہوائیں آتی ہیں ان کھڑکیوں سے باغ جنت کی

کرم والوں نے در کھولا تو رحمت کا سماں باندھا
کمر باندھی تو قسمت کھول دی فضل شہادت کی

علی کے پیارے خاتونِ قیامت کے جگر پارے
زمیں سے آسماں تک دھوم ہے ان کی سیادت کی

زمینِ کربلا پر آج مجمع ہے حسینوں کا
جمی ہے انجمن روشن ہیں شمعیں نور و ظلمت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جو پھونک دیں اپنے فدائی کو
یہ وہ شمعیں نہیں رو کر جو کاٹیں رات آفت کی

یہ وہ شمعیں ہیں جن سے جانِ تازہ پائیں پروانے
یہ وہ شمعیں ہیں جو ہنس کر گزاریں شب مصیبت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جن سے فقط اک گھر منور ہو
یہ وہ شمعیں ہیں جن سے روح ہو کافور ظلمت کی

دلِ حور و ملائک رہ گیا حیرت زدہ ہو کر
کہ بزمِ گل رخاں میں لے بلائیں کس کی صورت کی

جدا ہوتی ہیں جانیں جسم سے جاناں سے ملتے ہیں
ہوئی ہے کربلا میں گرم مجلس وصل و فرقت کی

اسی منظر پہ ہر جانب سے لاکھوں کی نگاہیں ہیں
اسی عالم کو آنکھیں تک رہی ہیں ساری خلقت کی

ہوا چھڑکاؤ پانی کی جگہ اشکِ یتیماں سے
بجائے فرش آنکھیں بچھ گئیں اہلِ بصیرت کی

ہوائے یار نے پنکھے بنائے پر فرشتوں کے
سبیلیں رکھی ہیں دیدار نے خود اپنے شربت کی

ادھر افلاک سے لائے فرشتے ہار رحمت کے
ادھر ساغر لئے حوریں چلی آتی ہیں جنت کی

سجے ہیں زخم پھولوں سے وہ رنگین گلدستے
بہار خوشنمائی پر ہے صدقے روح جنت کی

ہوائیں گلشنِ فردوس سے بس بس کر آتی ہیں
نرالی عطر میں ڈوبی ہوئی ہیں روح نکہت کی

دلِ پرسوز کے سلگے اگر سوز ایسی کثرت سے
کہ پہنچی عرش وطیبہ تک لپٹ سوزِ محبت کی

ادھر چلمن اٹھی حسنِ ازل کے پاک جلووں سے
ادھر چمکی تجلی بدرِ تابانِ رسالت کی

زمینِ کربلا پر آج ایسا حشر برپا ہے
کہ کھنچ کھنچ کر مٹی جاتی ہے تصویریں قیامت کی

گھٹائیں مصطفٰے کے چاند پر گھِر کر آئی ہیں

سیہ کارانِ امت تیرہ بختانِ شقاوت کی

یہ کس کے خون کے پیاسے ہیں اس کے خون کے پیاسے
بجھے گی پیاس جس سے تشنہ کامانِ قیامت کی

اکیلے پر ہزاروں کے ہزاروں وار چلتے ہیں
مٹادی دین کے ہمراہ عزت شرم و غیرت کی

مگر شیرِ خدا کا شیر جب بھرا کر غضب آیا
پرے ٹوٹے نظر آنے لگی صورت ہزیمت کی

کہا یہ بوسہ دے کر ہاتھ پر جوشِ دلیری نے
بہادر آج سے کھائیں گے قسمیں اس شجاعت کی

تصدق ہو گئی جانِ شجاعت سچے تیور کے
فدا شیرانہ حملوں کی ادا پر روح، جرأت کی

نہ ہوتے گر حسین ابنِ علی اس پیاس کے بھوکے
نکل آتی زمینِ کربلا سے نہر جنت کی

مگر مقصود تھا پیاسا ہی گلا ان کو کٹوانا
کہ خواہش پیاس سے بڑھتی ہے رویت کے شربت کی

شہید ناز رکھ دیتا ہے گردن آبِ خنجر پر
جو موجیں باڑھ پر آ جاتی ہیں دریائے الفت کی

یہ وقتِ زخم نکلا خوں اچھل کر جسمِ اطہر سے
کہ روشن ہو گئی مشعل شبستانِ محبت کی

سر بے تن تن آسانی کو شہرِ طیبہ میں پہنچا
تنِ بے سر کو سرداری ملی ملکِ شہادت کی

حسن سنی ہے پھر افراط و تفریط اس سے کیوں کر ہو
ادب کے ساتھ رہتی ہے روش اربابِ سنت کی

﴿دس محرم الحرام اور خاندانِ رسالت ﷺ پر ظلم و ستم کا آغاز﴾

روزِ عاشورہ کی صبح جانگداز آئی اور جمعے کی سحر محشر زا منہ دکھاتی ہے۔ امام عرش مقام (رضی اللہ عنہ)، خیمہ اطہر سے برآمد ہو کر اپنے بہتر ۷۲ ساتھیوں اور بتیس ۳۲ سواروں، چالیس ۴۰ پیادوں کا لشکر ترتیب دے رہے ہیں۔ داہنے بازو پر زہیر بن قین، بائیں پر حبیب بن مطہر سردار بنائے گئے ہیں اور حکم دیا گیا ہے، خندق کی لکڑیوں میں آگ دے دی جائے کہ دشمن ادھر سے راہ نہ پائیں۔ اس انتظام کے بعد امام جنت مقام تہیہ شہادت کے واسطے پاکی لینے تشریف لے گئے۔ عبد الرحمٰن بن عبد ربہ، یزید بن حسین ہمدانی خیمے کے دروازے پر منتظر ہیں کہ بعد فراغ امام خود بھی یہ سنت ادا کریں۔ ابن حصین نے عبد الرحمٰن سے کچھ ہنسی کی بات کہی، وہ بولے "یہ ہنسی کا کیا موقع ہے

کہا "خدا گواہ ہے میری قوم بھر کو معلوم ہے کہ جوانی میں بھی کبھی میری ہنسی کی عادت نہ تھی، اس وقت میں اس چیز کے سبب سے خوش ہو رہا ہوں جو ابھی ملا چاہتی ہے۔ "تم اس لشکر کو دیکھتے ہو جو ہمارے مقابلہ کے لئے تلا کھڑا ہے، خدا کی قسم ہم میں اور حوروں کی ملاقات میں اتنی ہی دیر باقی ہے کہ یہ تلواریں لے کر ہم پر جھک پڑیں۔"

امامِ جنت مقام باہر تشریف لائے اور ناقہ پر سوار ہو کر اتمامِ حجت کے لئے لشکرِ اشقیا کی طرف تشریف لے گئے قریب پہنچ کر فرمایا "لوگو! میری بات غور سے سنو اور جلدی نہ کرو اگر تم انصاف کرو سعادت پاؤ ورنہ اپنے ساتھیوں کو جمع کرو اور جو کرنا ہے کر گزرو، میں مہلت نہیں چاہتا، میرا اللہ جس نے قرآن اتارا اور جو نیکوں کو دوست رکھتا ہے، میرا کارساز ہے۔"

امام کی یہ آواز ان کی بہنوں کے کانوں تک پہنچی بے اختیار ہو کر رونے لگیں امام نے حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) اور امام زین العابدین (رضی اللہ عنہ) کو خاموش کرنے کے لئے بھیج کر فرمایا "خدا کی قسم انہیں بہت رونا ہے۔" پھر اشقیا کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے "ذرا میرا نسب تو بیان کرو اور سوچو تو میں کون ہوں؟...... اپنے گریبان میں منہ ڈالو، کیا میرا قتل تمہیں روا ہو سکتا ہے؟...... کیا میری بے حرمتی تم کو حلال ہو سکتی ہے؟...... کیا میں تمہارے نبی ﷺ کا نواسہ نہیں؟...... کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور میرے بھائی کو فرمایا، تم دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہو؟...... کیا اتنی بات تمہیں میری خون ریزی سے روکنے کے لئے کافی نہیں؟......"

شمر مردک نے کہا، "ہم نہیں جانتے تم کیا کہہ رہے ہو" حبیب بن مظہر نے فرمایا، "اللہ عزوجل نے تیرے دل پر مہر کر دی تو کچھ نہیں جانتا۔" پھر امام مظلوم نے

فرمایا، "خدا کی قسم میرے سوا روئے زمین پر کسی نبی کا کوئی نواسہ باقی نہیں۔ بتاؤ تو میں نے تمہارا کوئی آدمی مارا؟...... یا مال لوٹا یا کسی کو زخمی کیا؟...... آخر مجھ سے کس بات کا بدلہ چاہتے ہو؟...... "کوئی جواب دہ نہ ہوا، تو نام لے کر فرمایا "اے شیث بن ربعی! اے حجاز بن الجبر! اے قیس بن اشعث! اے زید بن حارث! کیا تم نے مجھے خطوط نہ لکھے؟" وہ خبیث صاف مکر گئے۔ فرمایا، "ضرور لکھے۔" پھر ارشاد ہوا "اے لوگو! اگر تم مجھے ناپسند رکھتے ہو تو واپس جانے دو۔" اس پر بھی کوئی راضی نہ ہوا۔ پھر فرمایا "میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس امر سے کہ مجھے سنگسار کرو اور پناہ مانگتا اس مغرور سے جو قیامت کے دن ایمان نہ لائے۔" یہ فرما کر ناقہ شریف سے نیچے اتر آئے۔

زہیر بن قین ہتھیار لگائے گھوڑے پر سوار آگے بڑھے اور کہنے لگے "اے اہلِ کوفہ! عذابِ الٰہی جلد آتا ہے۔ مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ نصیحت کرے، ہم تم ابھی دینی بھائی ہیں، جب تلوار اٹھے گی تم الگ گروہ ہو گے ہم الگ۔ ہمیں تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی اولاد کے بارے میں آزمایا ہے کہ ہم تم ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ میں تمہیں امام حسین (رضی اللہ عنہ) کی مدد کے لئے بلاتا اور سرکش ابن سرکش ابن زیاد کی اطاعت سے روکنا چاہتا ہوں، تم اس کے ظلم و ستم کے سوا کچھ نہ دیکھو گے۔"

کوفیوں نے کہا "جب تک تمہیں اور تمہارے سردار کو قتل نہ کرلیں یا مطیع بنا کر ابن زیاد کے پاس نہ بھیج دیں ہم یہاں سے نہ ٹلیں گے۔"

زہیر نے فرمایا، "خدا کی قسم! فاطمہ کے بیٹے سمیہ کے بیٹے سے زیادہ مستحقِ محبت و نصرت ہیں، اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو ان کے قتل کے بھی درپے نہ ہو۔"

اس پر شمر مردود نے ایک تیر مار کر کہا "چپ! بہت دیر تک تو نے ہمارا

سر کھایا ہے۔"

زہیر نے فرمایا "او ایڑیوں پر موتنے والے گنوار کے بچے! میں تجھ سے بات نہیں کرتا، تُو نرا جانور ہے، میرے خیال میں تجھے قران کی دو آیتیں بھی نہیں آتیں، تجھے قیامت کے دن دردناک عذاب اور رسوائی کا مژدہ ہو۔"

شمر بولا "کوئی گھڑی جاتی ہے کہ تُو اور تیرا سردار قتل کیا جاتا ہے۔"

فرمایا "کیا مجھے تُو موت سے ڈراتا ہے؟ خدا کی قسم ان کے قدموں پر مرنا تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ جینے سے پسند ہے۔" پھر بلند آواز سے کہنے لگے، "اے لوگو! یہ بے ادب اجڈ فریب دیتا اور دینِ حق سے بے خبر رکھنا چاہتا ہے، جو لوگ اہلِ بیت یا ان کے ساتھیوں کو قتل کریں گے، خدا کی قسم! محمد ﷺ کی شفاعت انہیں ہرگز نہ پہنچے گی۔" امام عالی مقام نے واپس بلایا۔

اب شقی ابن سعد نے اپنے ناپاک لشکر کو امامِ مظلوم کی طرف حرکت دی۔ حر نے کہا "تجھے اللہ کی مار، کیا تو ان سے لڑے گا؟" کہا "ہاں! لڑوں گا اور ایسی لڑائی لڑوں گا، جس کا ادنٰی درجہ سروں کا اڑنا اور ہاتھوں کا گرنا ہے۔" کہا "وہ تین باتیں جو انہوں نے پیش کی تھیں تجھے منظور نہیں؟" کہا "میرا اختیار ہوتا تو مان لیتا۔"

حضرت حر کی امام عالی مقام سے معذرت

حر مجبوراً لشکر کے ساتھ امام کی طرف بڑھے مگر یوں کہ بدن کانپ رہا ہے اور پہلو میں دل پھڑکنے کی آواز بغل والے سن رہے ہیں، یہ حالت دیکھ کر ان کے ہم قوم نے کہا "تمہارا یہ کام شبہ میں ڈالتا ہے، میں نے کسی لڑائی میں تمہاری یہ کیفیت نہ دیکھی تھی، مجھ سے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ تمام اہلِ کوفہ میں بہادر کون ہے؟ تو میں تمہارا ہی نام لیتا ہوں۔" بولے "میں سوچتا ہوں کہ ایک جانب جنت کے خوش رنگ

پھول کھلے ہیں اور ایک جانب جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور میں اگر پرزے پرزے کر کے جلا دیا جاؤں تو جنت چھوڑنا گوارا نہ کروں گا۔" یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑی دی اور امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ پھر عرض کی "اللہ مجھے حضور پر قربان کرے، میں حضور کا وہی ساتھی ہوں جس نے حضور کو واپس جانے سے روکا، جس نے حضور کو حراست میں لیا، خدا کی قسم مجھے گمان نہ تھا کہ یہ بدبخت لوگ حضور کا ارشاد قبول نہ کریں گے اور یہاں تک نوبت پہنچائیں گے، میں اپنے جی میں کہتا تھا خیر بعض باتیں ان کی کہی کر لوں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہماری اطاعت سے نکل گیا اور انجام کار تو وہ حضور کا ارشاد کچھ نہ کچھ مان ہی لیں گے اور خدا کی قسم! مجھے یہ گمان ہوتا کہ یہ کچھ نہ مانیں گے تو مجھ سے اتنا بھی ہرگز واقع نہ ہوتا، اب میں تائب ہو کر حاضر آیا ہوں اور اپنی جان حضور پر قربان کرنی چاہتا ہوں، کیا میری توبہ حضور کے نزدیک قبول ہو جائے گی؟" فرمایا "ہاں اللہ عزوجل توبہ قبول کرنے والا اور گناہ بخش دینے والا ہے۔"

حُر یہ مژدہ سن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے اور فرمانے لگے کیا وہ باتیں جو امام نے پیش کی تھیں "تمہیں منظور نہیں؟" لئن سعد نے کہا، "ان کا ماننا میری قدرت سے باہر ہے۔" فرمایا "اے کوفیو! تمہاری مائیں بے اولاد ہوں ...... تمہاری ماؤں کو تمہارا رونا نصیب ہو ...... کیا تم نے امام کو دشمنوں کے ہاتھ دے دینے کے لئے بلایا تھا؟ ...... کیا تم نے وعدہ نہ کیا تھا کہ اپنی جانیں ان پر نثار کر دو گے؟ ...... اور اب تم ہی ان کے قتل پر آمادہ ہو؟ یہ بھی منظور نہیں کہ وہ اللہ کے کسی شہر میں چلے جائیں جہاں وہ اور ان کے بال بچے امان پائیں ...... تم نے انہیں قیدی بے دست و پا بنا رکھا ہے ، ...... فرات کا بہتا پانی جسے خدا کے دشمن پی رہے ہیں اور گاؤں کے کتے سوٗر جس میں

لوٹ رہے ہیں ...... حسین اور ان کے بچوں پر بند کیا گیا ہے ...... پیاس کی تکلیف نے انہیں زمین سے لگا دیا ہے ...... تم نے کیا برا معاملہ کیا ذریتِ محمد ﷺ سے ...... اگر تم توبہ کرو اور اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ تو اللہ تمہیں قیامت کے دن پیاسا رکھے۔"

مقابلے کا باقاعدہ آغاز

اس کے جواب میں ان خبیثوں نے حضرتِ حر پر پتھر پھینکنے شروع کیے، یہ واپس ہو کر امام کے آگے کھڑے ہو گئے، لشکرِ اشقیا سے زیاد کا غلام یسار اور ابن زیاد کا غلام سالم میدان میں آئے اور اپنے مقابلہ کے لئے میدان طلب کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ ابن عمیر کلبی سامنے آئے، دونوں بولے ہم تمہیں نہیں جانتے، زہیر بن قین یا حبیب بن مظہر یا بریر بن خصیر کو ہمارے مقابلے کے لئے بھیجو۔ حضرتِ عبداللہ نے یسار سے فرمایا "او بدکار عورت کے بچے تو مجھ سے لڑے گا؟ تیری لڑائی کے لئے بڑے بڑے چاہئیں۔" یہ فرما کر ایک ہاتھ مارا وہ قتل ہوا، سالم نے آپ پر وار کیا، بائیں ہاتھ سے روکا، انگلیاں اڑ گئیں، داہنے سے وار کیا، وہ بھی مارا گیا۔

یہ عبداللہ کوفے سے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انکی بی بی ام وہب ان کے ساتھ تھیں۔ وہ خیمے کی چوب لے کر جہاد کے لئے چلیں اور اپنے شوہر سے کہا، "میرے ماں باپ تیرے قربان! قتال کر ان ستھرے، پاکیزہ نبی زادوں کے لئے۔" کہا تم عورتوں میں جاؤ۔ نہ مانا اور کہا "تمہارے ساتھ مروں گی۔" آخر حضرت امام نے آواز دی کہ "اے بی بی! اللہ تجھ پر رحمت کرے، پلٹ آ کہ جہاد عورتوں پر فرض نہیں۔" واپس آئیں۔ پھر ابن سعد کے میمنہ سے عمرو بن الحجاج اپنے سوار لے کر آگے بڑھا، امام کے ساتھیوں نے گھٹنوں کے بل جھک کر نیزے سامنے کیے، گھوڑے نیزوں کی سنانوں پر نہ بڑھ سکے، پیچھے پلٹے تو ادھر سے تیر چلائے گئے۔ وہ کتنے ہی زخمی ہوئے

، کتنے ہی مارے گئے۔

ایک مردک ابن حوزہ نے پوچھا "کیا تم حسین ہیں؟" کسی نے جواب نہ دیا، تین بار پوچھا، لوگوں نے کہا، "تیرا کیا کام ہے؟" بولا "اے حسین! تمہیں آگ کی بشارت ہو۔" فرمایا "تو جھوٹا ہے، میں اپنے مہربان رب کے پاس جاؤں گا۔" پھر اس کا نام پوچھا۔ کہا ابن حوزہ۔ دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ حزہ اِلَی النَّارِ الٰہی اسے آگ کی طرف سمیٹ۔" یہ سن کر مردود غضب ناک ہوا، حضور کی طرف گھوڑا اچکایا، قدرتِ خدا کہ گھوڑا بھڑکا اور یہ پھسلا، ایک پاؤں رکاب میں الجھ کر رہ گیا، اب گھوڑا اڑا چلا آتا ہے' یہاں تک کہ اس مردود کی ران اور پنڈلی ٹوٹی' سر پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا، آخر اسی حال میں واصلِ جہنم ہوا۔

مشروق بن وائل حضرمی، امام مظلوم کے سر مبارک لینے کی تمنا میں آیا تھا۔ ابن حوزہ مردود کا حال دیکھ کر کہنے لگا، خدا کی قسم میں تو اہل بیت سے کبھی نہ لڑوں گا، پھر یزید بن معقل، حضرت بریر سے کہنے لگا، "خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟" فرمایا "اچھا کیا۔" کہا "تم نے جھوٹ کہا اور میں تم کو آج سے پہلے جھوٹا نہ جانتا تھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہ ہو۔" فرمایا "تو آؤ ہم تم مباہلہ کر لیں کہ اللہ جھوٹے پر لعنت کرے اور جھوٹا سچے کے ہاتھوں سے قتل ہو۔" وہ راضی ہو گیا۔ مباہلہ کے بعد ابن معقل نے تلوار چھوڑی، خالی گئی، حضرت بریر نے وار کیا، خود کاٹتا ہوا بھیجا چاٹ گیا۔ یہ دیکھ کر رضی بن منقذ عبدی دوڑا اور حضرت بریر سے لپٹ گیا، کشتی ہونے لگی، حضرت بریر نے دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے، پیچھے سے کعب بن جابر ازدی نے نیزہ مارا کہ پشت میں غائب ہو گیا، نیزہ کھا کر رضی کے سینے سے اترے اور اس مردک کی ناک دانتوں سے کاٹ لی کعب نے تلوار ماری کہ شہید ہوئے، جب کعب پلٹا اس کی عورت

نے کہا "میں تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گی، تو نے فاطمہ کے بیٹے کے ہوتے دشمن کو مدد دی اور عالموں کے سردار یزید کو شہید کیا۔"

پھر امام کی جانب سے عمر بن قرظہ انصاری نکلے اور سخت لڑائی کے بعد شہید ہوئے۔ حضرتِ حر نے قتال شدید کیا۔ یزید بن سفیان ان کے سامنے آیا، انہوں نے اسے قتل فرمایا، نافع بن ہلال مرادی میدان میں آئے، مزاحم بن حرث ان کا مزاحم ہوا۔ مرادی بامراد نے اس نامرد نامراد کو قتل کیا، یہ حالت دیکھ کر عمرو الحجاج چلایا، "اے لوگو تم جانتے ہو کن سے لڑ رہے ہو؟ تمہارے سامنے وہ بہادر لوگ ہیں جنہیں مرنے کا شوق ہے، ایک ایک ان سے میدان نہ کرو، وہ بہت کم ہیں، خدا کی قسم! تم سب مل کر پتھر مارو گے تو قتل کر لو گے۔"

ابن سعد نے یہ رائے پسند کر کے لوگوں کو تنہا میدان لگانے سے روک دیا، پھر عمر بن الحجاج نے فرات کی طرف سے حملہ کیا۔ اس حملے میں مسلم بن عوسجہ اسدی نے شہادت پائی۔ عمر پلٹ گیا، ان میں ابھی رمق باقی تھی، حبیب بن مظہر نے کہا، "تمہیں جنت کا مژدہ ہو، تمہارا گرنا مجھ پر شاق ہوا، میں بھی عنقریب تم سے ملنا چاہتا ہوں، مجھے کوئی وصیت کرو کہ اس پر عمل کروں۔" مسلم نے امام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "ان پر قربان ہو جانا۔" حبیب نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ پھر خبیث ابن سعد نے پانچ سو تیر انداز ابنِ نمیر کے ساتھ جماعتِ امام پر بھیجے۔ اب تین دن کے پیاسوں پر تیروں کا مینہ برسنا شروع ہو گیا، امام کے ساتھی گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہو گئے اور یہ پیادہ ہونا اس مصلحت سے تھا کہ اس ناگہانی بلا سے کہ ایک ساتھ پانچ سو تیر چلیوں سے نکل رہا ہے، گھبرا کر پاؤں نہ اکھڑ جائیں، مارنا مرنا جو کچھ ہونا ہے یہیں ہو جائے۔ امام کو چھوڑ کر بھاگنے اور پیٹھ دکھانے کی راہ نہ رہے۔ حضرتِ حر سخت لڑائی لڑے، یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی

،ان پانچ سو نے ان تیس ساتھیوں پر کچھ قدرت نہ پائی۔

جب شقی ابن سعد نے یہ حال دیکھا کہ سامنے سے جانے کی طاقت نہیں، اس میدان کے داہنے بائیں کچھ مکان واقع تھے، ان میں لوگ بھیجے کہ جماعتِ امام پر داہنے بائیں سے بھی حملہ ہو سکے۔ امام کے تین چار ساتھی پہلے ہی بیٹھ رہے، جو کود ا، مار لیا۔ ابن سعد نے جل کر کہا کہ "مکانات میں آگ لگا دی جائے۔" امام نے فرمایا، "جلا لینے دو، جب آگ لگ جائے گی تو ادھر سے حملہ کا اندیشہ نہ رہے گا۔"

شمر مردود حملہ کر کے خیمہ اطہر کے قریب پہنچا اور جنت والوں کا خیمہ پھونکنے کو جہنمی نے آگ مانگی۔ اس کے ساتھی حمید بن مسلم نے کہا کہ "خیمے کو آگ لگا کر عورتوں بچوں کو قتل کرنا ہر گز مناسب نہیں۔" اس دوزخی نے نہ مانا۔ شیث بن ربعی کوفی نے کہ اس ناپاک لشکر کے سرداروں میں سے تھا، اس ناری کو آگ لگانے سے باز رکھا۔ اس عرصے میں حضرت زہیر بن قین دس صاحبوں کے ساتھ شمر مردود پر ایسی سختی سے حملہ آور ہوئے کہ ان بدبختوں کو بھاگتے اور پیٹھ دکھاتے ہی بن پڑی۔ اس حملے میں ابو عزہ مارا گیا۔ دشمنوں نے جمع ہو کر ان گیارہ پر ہجوم کیا۔ ان میں سے جتنے مارے جاتے کثرت کی وجہ سے معلوم بھی نہ ہوتے اور ان کا ایک بھی شہید ہو جاتا تو سب پر ظاہر ہو جاتا۔ اسی عرصہ میں نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ حضرت ابو ثمامہ صائدی نے امام سے عرض کی، "میری جان حضور پر قربان میں دیکھتا ہوں کہ اب دشمن پاس آ گئے، خدا کی قسم جب تک میں اپنی جان حضور پر نثار نہ کر لوں، حضور شہید نہیں ہوں گے، مگر آرزو یہ ہے کہ ظہر پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ملوں۔" امام نے فرمایا "ہاں! یہ وقت اول ہے، ان سے کہو اس قدر مہلت دیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔" امام کی کرامت کہ یہ بات ان بے دینوں نے قبول کر لی۔

ابن نمیر مردک نے کہا "یہ نماز قبول نہ ہوگی۔" حضرت حبیب بن مظہر نے فرمایا، "آلِ رسول کی نماز قبول نہ ہوگی اور اے گدھے تیری قبول ہوگی؟" اس نے ان پر وار کیا، انہوں نے خالی دے کر تلوار ماری، گھوڑے پر پڑی، گھوڑا گرا اور اس کے ساتھ وہ مردود بھی زمین پر آیا، اس کے ہمراہی جلدی کر کے اسے اٹھا لے گئے۔ پھر انہوں نے قتال شدید کیا۔ بنی تمیم سے بدیل بن صریم کو قتل فرمایا، دوسرے تمیمی نے ان کے نیزہ مارا، اٹھنا چاہتے تھے کہ ابن نمیر خبیث نے تلوار چھوڑی، شہید ہوگئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ان کی شہادت کا امام کو سخت صدمہ ہوا۔

اب حضرت حر اور زہیر بن قین نے یہ شروع کیا کہ ایک ان خبیثوں پر حملہ فرماتے، جب وہ اس ہر بونگ میں گھر جاتے، دوسرے لڑ بھڑ کر چھڑا لاتے، جب یہ گھر کر غائب ہو جاتے، وہ پہلے حملہ کرتے اور چھڑا لاتے۔ دیر تک یہی حالت رہی پھر پیادوں کا لشکر حضرت حر پر ٹوٹ پڑا اور انہیں شہید کیا۔

روضۃ الشہداء میں ہے جب حر زخمی ہو کر گرے امام کو آواز دی، حضرت بے قرار ہو کر تشریف لے گئے اور سخت جنگ فرما کر اٹھا لائے، زمین پر لٹا دیا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھ کر پیشانی اور رخساروں کی گرد دامن سے پونچھنے لگے۔ حر نے آنکھ کھولی اور اپنا سر امام کے زانو پر پا کر مسکرائے اور عرض کی "حضور! اب تو مجھ سے خوش ہوئے؟" فرمایا "ہم راضی ہیں، اللہ بھی تم سے راضی ہو۔" حر نے یہ مژدہ جانفزا سن کر امام پر نقد جان نثار کی اور بہشت بریں کی راہ لی۔

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے
تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

سلائے قصہ خواں فرقت کی شب سو یہ کہانی ہے
ترے زانو ہی کے تکیے پہ نیند مجھ کو آنی ہے

حر کی شہادت کے بعد سخت لڑائی شروع ہوئی۔ دشمن کٹتے جاتے اور آگے بڑھتے جاتے، کثرت کی وجہ سے کچھ خیال نہ لاتے، یہاں تک کہ امام کے قریب پہنچ گئے اور تشنہ کاموں پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا، یہ حالت دیکھ کر حضرت حنفی نے امام کو اپنی پیٹھ کے پیچھے لے لیا اور اپنے چہرے اور سینے کو امام کی سپر بنا کر کھڑے ہو گئے۔ دشمن کی طرف سے تیر پر تیر آرہے ہیں اور یہ کامل اطمنان اور پوری خوشی کے ساتھ زخم پر زخم کھا رہے ہیں۔ اس وقت اس شراب محبت کے متوالے نے اپنے معشوق، اپنے دلربا حسین کو پیٹھ کے پیچھے لے کر جنگِ احد کا سماں یاد دلا دیا ہے، وہاں بھی ایک عاشق جانباز مسلمانوں کی لڑائی بجھ جانے پر سید المحبوب ﷺ کے سامنے دشمنوں کے حملوں کی سپر بن کر کھڑا ہوا تھا، یہ سعد بن ابی وقاص تھے (رضی اللہ عنہ)، حضور پُرنور انہیں کے پیچھے قیام فرماتے اور دشمنوں کے دفع کرنے کو ترکش سے تیر عطا فرماتے جاتے اور ہر تیر پر ارشاد ہوتا "اِرْمِ سَعْدُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ" "تیر مار سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔" اللہ کی شان، جنگِ احد میں، حضرت سعد کی جاں نثاری کی وہ کیفیت کہ رسول اللہ ﷺ کی سپر بن گئے اور دشمنوں کو قریب نہ آنے دیا اور واقعہ کربلا میں ابنِ سعد کی زیاں کاری کی یہ حالت کہ دشمنوں کو رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کے مقابلہ پر لایا ہے۔ بزرگوار باپ کے تیر اسلام کے دشمنوں پر چل رہے تھے، نا ہنجار بیٹے کے تیر مسلمانوں کے سردار پر چھوٹ رہے ہیں۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

﴿تو دیکھ تو اس راہ اور اس راہ میں کتنا فرق ہے۔﴾

غرض حضرت حنفی نے امام کے سامنے یہاں تک تیر کھائے کہ شہید ہو کر گر پڑے، رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت زہیر بن قین نے اس طوفان بے تمیزی کے روکنے

میں جان توڑ کوشش کی اور سخت لڑائی لڑ کر شہید ہو گئے۔ حضرت نافع بن ہلال نے تیروں پر اپنا نام کندہ کرا کر زہر میں بجھایا تھا۔ ان سے بارہ شقی قتل کئے اور بے شمار زخمی کر ڈالے۔ دشمن ان پر بھی ہجوم کر آئے، دونوں بازو ٹوٹ جانے کے سبب سے مجبور ہو کر گرفتار ہو گئے۔ شمر خبیث انھیں ابن سعد کے پاس لے گیا۔ ہلال کے چاند سا چہرہ خون سے بھر اتھا اور وہ بپھر اہوا شیر کہہ رہا تھا، "میں نے تم میں سے بارہ گرائے اور بے گنتی گھائل کئے، اگر میرے ہاتھ نہ ٹوٹتے تو میں گرفتار نہ ہوتا۔" شمر نے ان پر تلوار کھینچی، فرمایا "تو مسلمان ہوتا، تو خدا کی قسم! ہمارا خون کر کے خدا سے ملنا پسند نہ کرتا، اس خدا کے لئے تعریف ہے جس نے ہماری موت بدتران خلق کے ہاتھ پر رکھی۔" شمر نے شہید کر دیا۔ پھر باقی مسلمانوں پر حملہ آور ہو امام کے ساتھیوں نے دیکھا کی اب ان میں امام کی حفاظت کرنے کی طاقت نہ رہی، شہید ہونے میں جلدی کرنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جیتے جی امام عرش مقام کو کوئی صدمہ پہنچے۔ حضرت عبداللہ و عبدالرحمن پسران عروہ غفاری اجازت لے کر آگے بڑھے اور لڑائی میں مشغول ہو کر شہید ہو گئے۔

سیف بن حارث اور مالک بن عبد کہ دونوں ایک ماں کے بیٹے اور باپ کی طرف سے چچازاد تھے، حاضر خدمت ہو کر رونے لگے۔ امام نے فرمایا "کیوں روتے ہو؟ کچھ دیر ہی باقی ہے کہ اللہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔" عرض کی "واللہ! ہم اپنے لئے نہیں روتے بلکہ حضور کے واسطے روتے ہیں کہ اب ہم میں حضور کی محافظت کی طاقت نہ رہی۔" فرمایا "اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔" بالآخر یہ دونوں بھی رخصت ہو کر بڑھے اور شہید ہو گئے۔

حنظلہ بن اسعد نے امام کے سامنے قرآن مجید کی کچھ آیات پڑھیں اور کوفیوں

کو عذاب سے ڈرایا مگر وہاں ایسی کون سنتا تھا، یہ بھی سلام لے کر کے گئے اور داد شجاعت دے کر شہید ہو گئے۔ شوذب بن شاکر رخصت پا کر بڑھے اور شہادت پا کر دار السلام پہنچے۔ حضرت عابس اجازت لے کر چلے اور مبارز ماں گان کی مشہور بہادری کے خوف سے کوئی سامنے نہ آیا۔ ابن سعد نے کہا، "انھیں پتھروں سے مارو۔" چاروں طرف سے پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ جب انھوں نے ان نامردوں کی یہ حرکت دیکھی، طیش میں بھر کر زرہ اتار، خود پھینک، حملہ آور ہوئے، دم کے دم میں سب کو بھگا دیا۔ دشمن پھر حواس جمع کر کے آئے اور انھیں بھی شہید کیا۔ یزید بن ابی زیاد کندی نے جو کوفے کے لشکر میں تھے اور نار سے نکل کر نور میں آگئے تھے، دشمنوں پر تیر مارنے شروع کیے ، ان کے ہر تیر پر امام نے دعا فرمائی "الٰہی اس کا تیر خطا نہ ہو اور اسے جنت عطا فرما۔" سو تیر مارے جن میں پانچ بھی خطا نہ گئے، آخر کار شہید ہوئے۔ اس واقعہ میں سب سے پہلے انھوں نے شہادت پائی اور شہیدانِ کربلا کی ترتیب وار فہرست، انھیں کے نام سے شروع ہوئی ہے، عمر بن خالد مع سعد مولے و جبار بن حارث و مجمع بن عبید اللہ لڑتے لڑتے دشمنوں میں ڈوب گئے۔ اس وقت اشقیا نے سخت حملہ کیا، حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) حملہ فرما کر چھڑا لائے۔ زخموں سے مجبور تھے اسی حال میں دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

چمنِ رسالت ﷺ کے مہکتے پھولوں کی شہادت کی ابتداء

اب امام کے وفادار اور جاں نثار سپاہیوں میں چند رشتہ داروں کے سوا کوئی باقی نہ رہا، ان حضرات میں سب سے پہلے جو دشمنوں کے مقابلہ پر تشریف لائے امام کے صاحبزادے حضرت علی اکبر ہیں (رضی اللہ عنہ)۔ شیروں کے حملے مشہور ہیں، پھر یہ شیر تو محمدی کچھار کا شیر ہے۔ اکے جھنجھلائے ہوئے حملہ سے خدا کی پناہ، دشمنوں کو

قہر الٰہی کا نمونہ دکھا دیا، جس نے سر اٹھایا نیچا دکھا دیا۔ صف شکن حملوں سے جدھر بڑھے، دشمن کائی کی طرح پھٹ گئے، دیر تک قتال کرتے اور قتل فرماتے رہے، پیاس اور ترقی پکڑ گئی، واپس تشریف لائے اور دمِ راست فرما کر پھر حملہ آور ہوئے اور دشمنوں کی جان پر وہی قیامت برپا کردی۔ چند بار ایسا ہی ہوا، یہاں تک کہ مرہ بن منقذ عبدی شقی کا نیزہ لگا اور بدبختوں نے تلواروں پر رکھ لیا۔ جنت علیا میں آرام فرمایا۔ نوجوان بیٹے کی لاش پر امام نے فرمایا، "بیٹے خدا تیرے شہید کرنے والے کو قتل کرے، تیرے بعد دنیا پر خاک ہے، یہ قوم اللہ (عزوجل) سے کتنی بے باک اور رسول (ﷺ) کی بے حرمتی پر کس قدر جری ہے۔" پھر نعش مبارک اٹھا کر لے گئے اور خیمہ کے پاس رکھ لی پھر عبداللہ بن مسلم لڑائی پر گئے اور شہید ہوئے۔

اب اعداء نے چار طرف سے نرغہ کیا۔ اس نرغے میں عون بن عبداللہ بن حضرت جعفر بن طیار اور عبدالرحمٰن و جعفر، پسران عقیل نے شہادتیں پائیں۔

پھر حضرت قاسم، حضرت امام حسن کے صاحبزادے حملہ آور ہوئے اور عمرو بن سعد بن نفیل مردود کی تلوار کھا کر زمین پر گرے، امام کو چچا کہہ کر آواز دی، امام شیر غضبناک کی طرح پہنچے، اور عمرو مردود پر تلوار چھوڑی، اس نے روکی، ہاتھ کہنی سے اڑ گیا۔ وہ چلایا، کوفے کے سوار اس کی مدد کو دوڑے اور گرد و غبار میں اسی کے ناپاک سینے پر گھوڑوں کی ٹاپیں پڑ گئیں۔ جب گرد چھٹی تو دیکھا، امام حضرت کی قاسم کی لاش پر فرما رہے ہیں، "قاسم! تیرے قاتل رحمت الٰہی سے دور ہیں، خدا کی قسم تیرے چچا پر سخت شاق گزرا کہ تو پکارے اور وہ تیری فریاد کو نہ پہنچ سکے۔" پھر انہیں بھی اپنے سینے پر اٹھا کر لے گئے اور حضرت علی اکبر کے برابر لٹا دیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے حضرت عباس اور ان کے تینوں بھائی اور امام کے دوسرے صاحبزادے حضرت ابوبکر اور سب

بھائی بھتیجے شہید ہو گئے۔ اللہ انہیں اپنی وسیع رحمتوں کے سائے میں جگہ دے اور ہمیں ان کی برکات سے بہرہ مند فرمائے۔

اب امام مظلوم تنہا رہ گئے، خیمے میں تشریف لا کر اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو (جو عوام میں علی اصغر مشہور ہیں)، گود میں اٹھا کر میدان میں لائے، ایک شقی نے تیر مارا کہ گود ہی میں ذبح ہو گئے، امام نے ان کا خون زمین پر گرایا اور دعا کی، الٰہی !" اگر تو نے آسمانی مدد ہم سے روک لی ہے تو انجام بخیر فرما اور ان ظالموں سے بدلہ لے۔"

پھول کھل کھل کر بہاریں اپنی سب دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ جو بے کھلے مرجھا گئے

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و الہ و اصحبہ اجمعین

«امامِ عالی مقام شہید ہوتے ہیں»

حسن و عشق کے باہمی تعلقات سے جو آگاہ ہیں، جانتے ہیں کہ وصل دوست جسے چاہنے والے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں، بغیر مصیبتیں اٹھائے اور بلائیں جھیلے حاصل نہیں ہوتا۔

اے دل بہوس برسرکارے نرسی
تاغم نہ خورے بغم گسارے نرسی

تاسودہ نہ گردی چاحنا ورنہ سنگ
ہرگز بکف پائے نگارے نرسی

اے دل! تو اس محبوب کی بارگاہ میں اس وقت تک نہیں پہنچ پائے گا، جب تک تو تکلیف نہ اٹھائے، غمخوار تیرے پاس نہیں پہنچے گا۔ جب تک تو حنا کو پتھر سے رگڑے

گا نہیں، وہ محبوب کے ہاتھوں کو رنگین نہ کرپائے گی۔﴾

دل میں نشتر چبھو کر توڑ دیتے ہیں اور کلیجے میں چھریاں مار کر چھوڑ دیتے اور پھر تاکید ہوتی ہے کہ اُف کی تو عاشقوں کے دفتر سے نام کاٹ دیا جائے گا، غرض پہلے ہر طرح اطمینان کر لیتے اور امتحان فرما لیتے ہیں، جب کہیں چلمن سے ایک جھلک دکھانے کی نوبت آتی ہے۔

خوباں دل وجاں بینوامے خواہند
زخمے کہ زنند مرحبا مے خواہند

ایں قوم ایں قوم چشم بدذوراین قوم
خون می ریزندوخوں بہامی خواہند

﴿معشوق تو عاشقِ غریب کی جان کے طالب ہوتے ہیں، زخم لگاتے ہیں اور پھر خوشنودی کے طالب ہوتے ہیں۔ اس قوم، اس قوم، اس قوم سے اللہ کی پناہ، یہ خون بہاتی ہے اور پھر قصاص بھی طلب کرتی ہے۔﴾

اور یہ امتحان کچھ حسینانِ زمانہ ہی کا دستور نہیں، حسنِ ازل کی دلکش تجلیوں اور دلچسپ جلوؤں کا بھی معمول ہے کہ فرمایا جاتا ہے "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ اور ضرور ہم تمہارا امتحان کریں گے، کچھ خوف، کچھ بھوک سے، اور مال گھٹا کر اور جانوں اور پھلوں سے۔

﴿البقرۃ۱۵۵،پ۲﴾

جب ان کڑیوں کو جھیل لیا جاتا اور ان تکلیفوں کو برداشت کر لیا جاتا ہے تو پھر کیا پوچھنا؟ سراپردۂ جمال ترسی ہوئی آنکھوں کے سامنے سے اٹھا دیا جاتا اور مدت کے بے قرار دل کو راحت و آرام کا پتا بتا دیا جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر تو میدانِ کربلا میں امام

مظلوم کو وطن سے چھڑا کر پردیسی بنا کر لائے ہیں اور آج صبح سے ہمراہیوں اور رفیقوں بلکہ گود کے پالوں کو ایک ایک کر کے جدا کر لیا گیا ہے۔ کلیجے کے ٹکڑے خون میں نہائے آنکھوں کے سامنے پڑے ہیں، ہری بھری پھلواڑی کے سہانے اور نازک پھول پتی پتی ہو کر خاک میں ملے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں، پرواہ ہوتی تو کیوں ہوتی؟ کہ ایک راہ دوست میں گھر لٹانے والے اسی دن مدینہ سے چلے تھے، جب تو ایک ایک کو بھیج کر قربان کرایا اور جو اپنے پاؤں نہ جا سکتے تھے، ان کو ہاتھوں پر لے کر نذر کر آئے۔

کہاں ہیں وہ ملائکہ جو حضرت انسان کی پیدائش پر چون وچرا کرتے تھے، اپنی جانمازوں اور تسبیح وتقدیس کے مصلوں سے اٹھ کر آج کربلا کے میدان کی سیر کریں اور "اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ" کی شاندار تفصیل حیرت کی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں، اس دل دکھانے والے معرکے میں امتحان سبھی کا مقصود تھا، مگر حسین مظلوم کا اصلی، اوروں کا طفیلی، اگر ایسا نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ دشمنوں کے ہاتھوں سے جو صرف امام ہی کے خون کے پیاسے تھے، پہلے امام کو شہید کرا دیا جاتا۔ اللہ اکبر! اس وقت کس قیامت کا دردناک منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔ امام مظلوم اپنے گھر والوں سے رخصت ہو رہے ہیں...... بیکسی کی حالت...... تنہائی کی کیفیت...... تین دن کے پیاسے...... مقدس جگہ پر سینکڑوں تیر کھائے...... ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ پر جانے کا سامان فرما رہے ہیں...... اہل بیت کی صغیر سن صاحبزادیاں، دنیا میں جن کی نازبرداری کا آخری فیصلہ ان کی شہادت کے ساتھ ہونے والا ہے، بے چین ہو کر رو رہی ہیں...... بے کس سیدانیاں، یہاں جن کے عیش، جن کے آرام کا خاتمہ ان کی رخصت کے ساتھ خیرباد کہنے والا ہے، سخت بے چینی کے ساتھ اشکبار ہیں۔ اور بعض وہ مقدس صورتیں جن کو بے کسی کی بولتی ہوئی تصویر کہنا ہر طریقے سے درست ہو سکتا ہے...... جن کا سہاگ خاک میں

ملنے والا اور جن کا ہر آسرا ان کے مقدس دم کے ساتھ ٹوٹنے والا ہے...... روتے روتے بے حال ہو گئی ہیں...... ان کے اڑے ہوئے رنگت والے چہرے پر سکوت اور خاموشی کے ساتھ مسلسل اور لگاتار آنسوؤں کی روانی صورتِ حال حال دکھا دکھا کر عرض کر رہی ہے؛

مے روی وگریہ مے آید مرا
ساعتے بے نشیں کہ باراں بگزرد

﴿جب تو جاتا ہے تو میری آنکھیں روتی ہیں، جب ایک گھڑی میرے پاس بیٹھتے ہو تو گویا کہ بارش برس رہی ہے۔﴾

اس وقت حضرت امام زین العابدین کے دل سے کوئی پوچھے کہ حضور کے ناتواں دل نے آج کیسے کیسے صدمے اٹھائے اور کیسی مصیبت جھیلنے کے سامان ہو رہے ہیں بیماری، پردیس، بچپن کے ساتھیوں کی جدائی، ساتھ کھیلے ہوؤں کا فراق اور پیارے بھائیوں کے داغ نے دل کا کیا حال کر رکھا ہے؟ اب ضدیں پوری کرنے والا اور ناز اٹھانے والے مہربان باپ کا سایہ بھی سر مبارک سے اٹھنے والا ہے اس پر طرہ یہ کہ ان مصیبتوں، ان ناقابلِ برداشت تکلیفوں میں کوئی بات پوچھنے والا نہیں۔

از پیش من آں رشک چمن میگردد
چوں روح روانیکہ زتن میگردد

حال عجبے روزوداعش دارم
من ازسرجان واوزمن میگردید

﴿میرے سامنے میرا محبوب، جس پر باغ بھی رشک کرتا ہے، جب وہ روح جسم میں رشک کرتی ہے، اس الوداع کے وقت میرا عجیب حال ہے، میں اس کے لئے جان کی

بازی لگا رہا ہوں اور وہ میرے گرد گھوم رہا ہے۔

ہائے! کوئی اس وقت کوئی اتنا بھی نہ کہ رکاب تھام کر سوار کرائے یا میدان تک ساتھ جائے۔ ہاں! کچھ بے کس بچوں کی دردناک آوازیں اور بے بس عورتوں کی مایوسی بھری نگاہیں، جو ہر قدم پر امام کے ساتھ ہیں، امام مظلوم کا جو قدم آگے پڑتا ہے، "یتیمی بچوں" اور "بے کسی عورتوں" کے قریب ہو جاتی ہے۔ امام کے متعلقین، امام کی بہنیں جنہیں ابھی صبر کی تلقین فرمائی گئی تھی، اپنے زخمی کلیجوں پر صبر کی بھاری سل رکھے ہوئے سکوت کے عالم میں بیٹھی ہیں، مگر ان کے آنسوؤں کا غیر منقطع سلسلہ، ان کے بے کسی چھائے ہوئے چہروں کا اڑا ہوا رنگ، جگر گوشوں کی شہادت، امام کی رخصت، اپنی بے بسی، گھر بھر کی تباہی پر زبان حال سے کہہ رہا ہے۔

مجھ کو جنگل میں اکیلا چھوڑ کر

قافلہ سارا روانہ ہو گیا!

جگر گوشۂ رسول ﷺ کی پر سوز شہادت

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنان اہل بیت

کس زباں سے ہو بیاں عز و شان اہل بیت
مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوان اہل بیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

مصطفیٰ عزت بڑھانے کے لئے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دودمان اہل بیت

ان کے گھر میں بے اجازت جبریل آتے نہیں

قدر والے جانتے ہیں قدر شانِ اہل بیت

مصطفیٰ بائع خریدار اس کا اللہ مشتری
خوب چاندی کر رہا ہے کاروانِ اہل بیت

رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہل بیت

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہل بیت

حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگھار
خوبرو دولھا بنا ہے ہر جوانِ اہل بیت

ہو گئی تحقیق عید دیدِ آبِ تیغ سے
اپنے روزے کھولتے ہیں صائمانِ اہل بیت

جمعہ کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کر کے آج
کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہل بیت

اے شبابِ فصلِ گل! چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا لہلہاتا بوستانِ اہل بیت

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے؟
دن دھاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہل بیت

خشک ہو جا خاک ہو کر خاک میں مل جا فرات
خاک تجھ پر دیکھ تو سوکھی زبانِ اہل بیت

خاک پر عباس و عثماں علم بردار ہیں
بے کسی اب کون اٹھائے گا نشانِ اہل بیت

تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں

پیاس کی شدت سے تڑپے بے زبانِ اہلِ بیت

قافلہ سالار منزل کو چلے ہیں سونپ کر
وارثِ بے وارثاں کو کاروانِ اہلِ بیت

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہلِ بیت

وقتِ رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ
لو سلامِ آخری اے بیوگانِ اہلِ بیت

ابرِ فوجِ دشمناں میں اے فلک یوں ڈوب جائے
فاطمہ کا چاند مہرِ آسمانِ اہلِ بیت

کس مزے کی لذتیں ہیں آبِ تیغِ یار میں
خاک و خوں میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اہلِ بیت

باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہلِ بیت

حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سر کھولے ہوئے
آج کیسا حشر ہے یارب میانِ اہلِ بیت

کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے بے کسی
آج کیسا ہے مریضِ نیم جانِ اہلِ بیت

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلِ بیت

سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہلِ بیت

دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر

کربلا میں خوب ہی چمکی دکانِ اہل بیت

زخم کھانے کو تو آبِ تیغ پینے کو دیا
خوب دعوت کی بلا کر دشمنانِ اہل بیت

اپنا سودا بیچ کر بازار سونا کر گئے
کونسی بستی بسائی تاجرانِ اہل بیت

اہل بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ دشمنانِ اہل بیت

بے ادب گستاخ فرقے کو سنادے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہل بیت

اے کوثر! اپنے ٹھنڈے اور خوشگوار پانی کی سبیل تیار رکھ کہ تین دن کے پیاسے تیرے کنارے جلوہ فرمائیں گے..........

اے طوبیٰ! اپنے سائے کے دامن اور دراز کر، کربلا کی دھوپ کے لیٹنے والے تیرے نیچے آرام لیں گے..........

آج میدان کربلا میں جنتوں سے حوریں سنگار کیے، ٹھنڈے پانی کے پیالے لئے حاضر ہیں...... آسمان سے ملائکہ کی لگاتار آمد نے سطح ہوا کو بالکل بھر دیا ہے اور پاک روحوں نے بہشت کے مکانوں کو سونا کر دیا...... خود حضور پر نور ﷺ مدینہ طیبہ سے اپنے لاڈلے حسین کی قتل گاہ تشریف لائے ہوئے ہیں...... ریش مبارک اور سر اطہر کے بال گرد سے اٹے ہوئے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا ہوا ہے...... دست مبارک میں ایک شیشہ ہے، جس میں شہیدوں کا مقدس خون جمع فرمایا گیا...... اور اب مقدس دل کے چین پیارے حسین کے خون بھرنے کی باری ہے۔

بچہ ناز رفتہ باشدزجہان نیازمندے

که بوقت جان سپردن بسرش رسیده باشی

﴾اس کی نیاز مندی سے جہاں، کتنا ناز اٹھائے گا، کہ جب میری جان نکل رہی ہوگی اور تو میرے سر پر کھڑا ہوگا۔﴿

غرض آج کربلا میں حسینی میلا لگا ہوا ہے ...... حوروں سے کہو کہ اپنی خوشبودار چوٹیاں کھول کر کربلا کا میدان صاف کریں کہ تمہاری شہزادی، تمہاری آقائے نعمت فاطمہ زہرا کے لال کے شہید کرنے اور خاک پر لٹائے جانے کا وقت قریب آگیا ہے...... رضوان کو خبر دو کہ جنتوں کو بھینی بھینی خوشبوؤں سے بسا کر دلکش آرائشوں سے آراستہ کرکے دلہن بنا کر رکھے کہ بزم شہادت کا دولہا پیچ خون کا سر باندھے زخموں کے ہار گلے میں ڈالے عنقریب تشریف لانے والا ہے۔

ساعتِ آہ و بکا کی بے قراری آگئی
سیدِ مظلوم کی رن میں سواری آگئی

ساتھ والے بھائی بیٹے ہو چکے ہیں سب شہید
اب امامِ بے کس و تنہا کی باری آگئی

امام نے شمر خبیث کو خیمۂ اطہر کی طرف بڑھتے دیکھ کر فرمایا" خرابی ہو تمہارے لئے اگر دین نہیں رکھتے اور قیامت سے نہیں ڈرتے تو شرافت سے نہ گزرو، میرے اہل بیت سے جاہل سرکشوں کو روکو، دشمن ادھر سے باز رہے۔" اب چار طرف سے امام مظلوم پر، جنہیں شوقِ شہادت ہزاروں دشمنوں کے مقابلے میں اکیلا کرکے لایا ہے۔ نرغہ ہوا۔ امام داہنی طرف سے حملہ فرماتے تو دور تک سواروں اور پیادوں کا نشان نہ رہتا، بائیں جانب تشریف لے جاتے تو دشمنوں کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑتا۔

خدا کی قسم، وہ فوج اس طرح ان کے حملوں سے پریشان ہوتی جیسے بکریوں کے گلہ پر شیر آپڑتا ہے، لڑائی نے طول کھینچا ہے، دشمنوں کے چھکے چھوٹے ہوئے ہیں، ناگاہ امام کا گھوڑا بھی کام آگیا، پیادہ ایسا قتال فرمایا کہ سواروں سے ممکن نہیں۔

تین دن کے پیاسے تھے ایک بدبخت نے فرات کی طرف اشارہ کر کے کہا "وہ دیکھئے کیسا چمک رہا ہے، مگر تم اس سے ایک بوند نہ پاؤ گے یہاں تک کہ پیاسے ہی مارے جاؤ گے۔" فرمایا "اللہ! تجھ کو پیاسا ہی قتل کرے۔" فوراً پیاس میں مبتلا ہوا پانی پیتا، پیاس نہ بجھتی یہاں تک کہ پیاسا ہی مر گیا۔ حملہ کرتے اور فرماتے، "کیا میرے قتل پر جمع ہوئے ہو؟ ہاں ہاں، خدا کی قسم! میرے بعد کسی کو قتل نہ کرو گے، جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناخوشی کا سبب ہو، خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ذلت سے مجھے عزت بخشے اور تم سے وہ بدلے لے جو تمہارے خواب و خیال میں بھی نہ ہو، خدا کی قسم! تم مجھے قتل کرو گے تو اللہ تم میں پھوٹ ڈالے گا اور تمہارے خون بہائے گا اور اس پر بھی راضی نہ ہوگا، یہاں تک کہ تمہارے لئے دکھ دینے والا عذاب چندر چند بڑھ جائے گا۔"

جب شمر خبیث نے کام نکلتا نہ دیکھا، لشکر کو للکارا، "تمہاری مائیں تم کو پیٹیں کیا انتظار کر رہے ہو حسین کو قتل کرو۔" اب چار طرف سے ظلمت کے ابر اور تاریکی کے بادل فاطمہ کے چاند پر چھا گئے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے بائیں شانہ مبارک پر تلوار ماری، امام تھک گئے ہیں.... زخموں سے چور ہیں.... ۳۳ زخم نیزے کے اور ۳۴ گھاؤ تلوار کے لگے ہیں.... تیروں کا شمار نہیں.... اٹھنا چاہتے ہیں اور گر گر پڑتے ہیں.... اسی حالت میں سنان بن انس نخعی شقی ناری جہنمی نے نیزہ مارا کہ وہ عرش کا تارا زمین پر ٹوٹ کر گر پڑا.... سنان مردود نے خولی بن یزید سے کہا، سر کاٹ لے۔ اس کا

ہاتھ کانپا۔ سنان ولد الشیطان بولا، "تیرا ہاتھ بے کار ہوا" اور خود گھوڑے سے اتر کر محمد رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے، تین دن کے پیاسے کو ذبح کیا اور سر مبارک جدا کر لیا ، شہادت جو دلھن بنی ہوئی سرخ جوڑا، جنتی خوشبوؤں میں بسائے اسی وقت کی منتظر بیٹھی تھی، گھونگٹ اٹھا کر بے تابانہ دوڑی اور اپنے دولھا حسین شہید کے گلے میں باہیں ڈال کر لپٹ گئی ..... فصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ولعنۃ اللہ علی اعدائہ واعدائہم الظلمین۔

اس پر بھی صبر نہ آیا، امام کا لباس اتار کر آپس میں بانٹ لیا۔ عداوت کی آگ ابھی بھی نہ بجھی، اہل بیت کے خیموں کو لوٹا، تمام مال اسباب اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی صاحبزادیوں کا زیور اتار لیا، کسی بی بی کے کان میں ایک بالی بھی نہ چھوڑی۔

اللہ عزوجل کی ہزار، ہزار لعنتیں ان بے دینوں کی شقاوت پر، زیور در کنار اہل بیت کے سروں سے ڈوپٹے تک .... اب بھی مردودوں کو چین نہ پڑا، ایک شقی ناری جہنمی پکارا "کوئی ہے کہ حسین کے جسم کو گھوڑوں سے پامال کرے؟" ..... دس مردود گھوڑے کداتے دوڑے اور فاطمہ کی گود کے پالے، مصطفیٰ کے سینے پر کھیلنے والے، کے تن مبارک کو سموں سے روندا، کہ سینہ و پشت نازنین کی تمام ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں۔" ..... فصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ولعنۃ اللہ علی اعدائہ واعدائہم الظلمین۔

شہادت کے بعد کے واقعات

کتے شمر خبیث نے چاہا کہ امام زین العابدین کو بھی شہید کرے، حمید بن مسلم بولا "سبحان اللہ! کیا بچے بھی قتل کیے جائیں گے؟" .... ظالم باز رہا۔ پھر سر مبارک امام مظلوم و شہدائے مرحوم خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ساتھ ابن زیاد کے پاس بھیجے

گئے، جب کوفے آئے مکان بند پایا۔ خولی سر مبارک گھر لے آیا اور اپنی عورت نوار' سے کہا "میں تیرے لئے وہ چیز لایا ہوں جو عمر بھر کو غنی کر دے۔" اس نے پوچھا "کیا ہے؟" کہا "حسین کا سر۔" بولی "خرابی ہو تیرے لئے، لوگ چاندی سونا لے کر آتے ہیں اور تو رسول اللہ (ﷺ) کے بیٹے کا سر لایا ہے۔ خدا کی قسم! میں تیرے ساتھ کبھی نہیں رہوں گی۔" یہ بی بی کہتی ہے کہ "میں نے رات بھر دیکھا کہ ایک نورِ عظیم، سر مبارک سے آسمان تک بلند ہے اور سپید پرندے سر اقدس پر قربان ہو رہے ہیں۔"

جب سر مبارک، ابن زیاد خبیث کے پاس لایا گیا، اس کے گھر کے در و دیوار سے خون بہنے لگا، وہ شقی چھڑی سے دندانِ مبارک کو چھو کر بولا، "میں نے ایسا خوبصورت نہ دیکھا، دانت کیسے اچھے ہیں۔" زید بن ارقم (رضی اللہ عنہ) تشریف رکھتے تھے، فرمایا "اپنی چھڑی ہٹا، میں نے مدتوں رسول اللہ ﷺ کو ان ہونٹوں کو چومتے اور پیار کرتے ہوئے دیکھا ہے۔" یہ کہہ کر رونے لگے۔ وہ خبیث بولا "تمہیں رونا نصیب ہو، اگر سٹھیانہ گئے ہوتے تو میں گردن مار دیتا۔" یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس مردود کے درباریوں سے فرمایا "تم نے فاطمہ کے بیٹے کو قتل کیا اور مرجانہ کے بچے کو امیر بنایا، آج سے تم غلام ہو، خدا کی قسم! تمہارے اچھے اچھے قتل کیے جائیں گے اور جو بچ رہیں گے غلام بنالئے جائیں گے۔ دور ہوں وہ جو ذلت و عار پر راضی ہوں۔" پھر فرمایا "اے ابن زیاد! میں تجھ سے وہ حدیث بیان کروں گا جو تجھے غیظ و غضب کی آگ میں پھونک دے، میں نے حضور اقدس کو دیکھا "دہنی ران مبارک پر حسن کو بٹھایا اور بائیں پر حسین کو اور دست اقدس ان کے سروں پر رکھ کر دعا فرمائی۔ الٰہی میں ان دونوں کو تجھے اور نیک مسلمانوں کو سونپتا ہوں۔" اے ابن زیاد! دیکھ نبی ﷺ کی امانت کے ساتھ تو نے کیا کیا؟" ادھر ظالموں نے عابد بیمار کے گلے میں طوق ہاتھوں میں ہتھکڑیاں

ڈالیں اور بیبیوں کو اونٹوں پر سوار کرا کر، دو روز بعد کربلا کوچ کیا۔

سوار گھوڑوں پر اعداء پیادہ شہزادہ
الٰہی کیسا زمانے نے انقلاب کیا

جب یہ مظلوموں کا لٹا ہوا قافلہ 'شہیدوں کی لاشوں پر گزرا کہ بے گور و کفن میدان میں پڑے ہیں، حضرت زینب بے تابانہ چلا اٹھیں، یارسول اللہ! حضور پر ملائکہ آسمان کی درودیں، حضور! یہ ہیں حسین.... میدان میں لیٹے.... سر سے پاؤں تک خون میں لپٹے.... تمام بدن کے جوڑ کٹے اور حضور کی بیٹیاں قیدی ہوئیں اور حضور کے بچے مقتول پڑے ہیں جن پر ہوا خاک اڑا کر ڈالتی ہے......"

جب یہ مظلوم قافلہ، ابن زیاد بد نہاد کے پاس پہنچا، اس نے عابد مظلوم سے بحث کی، مسکت جواب پانے کے بعد بولا "خدا کی قسم! تم انہیں میں سے ہو۔" پھر ایک شخص سے کہا، دیکھ تو یہ بالغ ہیں اور پر مری بن معاذ احمری شقی نے سید مظلوم کو قریب جا کر غور سے دیکھا، کہا "ہاں جوان ہیں۔" خبیث بولا، "انہیں بھی قتل کر۔" حضرت زینب بے تاب ہو کر مظلوم بھتیجے سے لپٹ گئیں اور فرمایا "ابن زیاد بس کر! ابھی ہمارے خون سے تو سیراب نہ ہوا؟ ہم میں سے تو نے کسے باقی چھوڑا ہے؟ میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ اس بچے کو قتل کرے تو اس کے ساتھ مجھے بھی مار ڈال۔"

عابد مظلوم نے فرمایا "اے ابن زیاد! ان بے کس عورتوں کا کون نگہبان رہے گا؟ دین و دیانت و حقوق رسالت تو برباد گئے، آخر تجھے ان سے کچھ قرابت بھی ہے، اسی کا خیال کر کے ان کے ساتھ کوئی خدا ترس، مدد کر دیتا، جو اسلامی پاس کے ساتھ انہیں مدینہ پہنچا آئے۔" حضرت زینب کی یہ حالت دیکھ کر خبیث بولا "خون کی شرکت بھی کیا چیز ہے میں یقین کرتا ہوں کہ یہ بی بی چاہتی ہے کہ اس لڑکے کو قتل کر دوں

تو انہیں بھی قتل کر دوں، خیر لڑکے کو چھوڑ دو کہ اپنے ناموس کے ساتھ رہے۔"

سر انور کی کرامات

اب یہ قافلہ اور شہیدوں کے سر شام کو روانہ کیے گئے، سر مبارک نیزہ پر تھا ، راہ میں ایک شخص قران مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچا "اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ☆ کیا تو نے نہ جانا کہ کہف ورقیم والے ہماری نشانیوں سے اچنبا تھے۔ -۱ "سر مبارک نے فرمایا، "یَاقَارِیَ الْقُرْاٰنَ اَعْجَبُ مِنْ قِصَّةِ اَصْحٰبِ الْکَهْفِ قَتْلِیْ وَحَمْلِیْ اے قران پڑھنے والے اصحاب کہف کے قصے سے زیادہ عجیب ہے میرا قتل کرنا اور سر نیزے پر لئے پھرنا۔" ظالم جہاں ٹھہرتے سر مبارک کو نیزے پر رکھ کر پھرا دیتے۔

ایک راہب نصرانی نے دیکھا تو پوچھا ، بتایا ، کہا "تم برے لوگ ہو ، کیا دس ہزار اشرفیاں لے کر اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ ایک رات یہ سر میرے پاس رہے ۔" دنیا کے کتوں نے قبول کر لیا۔ راہب نے سر مبارک دھویا، خوشبو لگائی، رات بھر اپنی ران پر رکھے دیکھتا رہا ایک نور بلند ہوتا پایا۔ راہب نے وہ رات رو کر کاٹی ، صبح اسلام لایا اور گرجا گھر جا کر اس کا مال و متاع چھوڑ کر اہل بیت کی خدمت میں گذار دی۔

صبح ان خبیثوں نے اشرفیوں کے توڑے آپس میں حصے کرنے کو کھولے ، سب اشرفیاں ٹھیکریاں ہو گئی تھیں ، ان کے ایک طرف لکھا تھا "وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔ ہرگز اللہ کو غافل نہ جانیو ظالموں کے کاموں سے۔ -۲ "اور دوسری طرف لکھا تھا "وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ (اب جانتے جاتے ہیں ظلم کرنے والے کس پلٹے پر پلٹا کھاتے ہیں۔" (النمل

-1 : الکہف ۹ ، پ ۱۵ -2 : ابراہیم ۴۲، پ ۱۳

۲۲۷،پ ۱۹ھ

مزید واقعات

جب سر مبارک امام مظلوم کا، اس ظالم اعظم یزید پلید کے پاس پہنچا بید سے چھونے لگا، نصرانی بادشاہ کا سفیر موجود تھا، حیران ہو کر بولا کہ "ہمارے یہاں ایک جزیرے کے گرجا گھر میں عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا سم ہے، ہم ہر سال دور دور سے اس کی طرف حج کی طرح جاتے اور منتیں مانگتے ہیں اور اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے تم اپنے کعبہ کی، تم نے اپنے نبی کے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ باطل پر ہو۔"

ایک یہودی نے کہا، "مجھ میں اور داؤد علیہ السلام میں ستر پشت کا فاصلہ ہے (اسی بناء پر) یہود میری تعظیم کرتے ہیں اور (تمہارا حال یہ ہے کہ) تم نے خود اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کر دیا؟

پھر شام سے یہ قافلہ مدینہ طیبہ کو روانہ کیا گیا، مدینہ میں پہنچنے کی تاریخ قیامت کا سامان اپنے ساتھ لائی۔ گھر گھر میں کہرام تھا، در و دیوار سے دل دکھانے اور کلیجے میں گھاؤ ڈالنے والی مصیبت ٹپکی پڑتی ہے۔

بعدِ شہادت آسمان سے خون برسا۔ نضرہ ازدیہ کہتی ہیں کہ "ہم صبح کو اٹھے تو تمام برتن خون سے بھرے پائے... آسمان اس قدر تاریک ہوا کہ دن کو ستارے نظر آئے... ملک شام میں جو پتھر اٹھاتے، اس کے نیچے تازہ خون پاتے۔"

ایک روایت میں ہے سات دن آسمان اس قدر تاریک رہا کہ دیواریں شہاب کی رنگی ہوئی معلوم ہوتیں.... ستاروں میں تلاطم نظر آتا.... ایک ستارہ دوسرے سے ٹکراتا۔

ابو سعد فرماتے ہیں، "دنیا بھر میں جو پتھر اٹھایا اس کے نیچے تازہ خون پایا
.... آسمان سے خون برسا.... کپڑے پھٹتے پھٹ گئے، مگر اس کا اثر نہ جاتا تھا نہ گیا
.... خراسان وشام وکوفہ میں گھروں اور دیواروں پر خون خون ہی تھا۔"

علماء فرماتے ہیں کہ "یہ تیز سرخی جو شفق کے ساتھ دیکھی جاتی ہے، شہادت مبارک سے پہلے نہ تھی، چھ مہینے تک آسمان کے کنارے سرخ رہے پھر یہ سرخی نمودار ہوئی۔"

قتلِ حسین (رضی اللہ عنہ) میں شریک بدبختوں کا عبرت ناک انجام

ابو شیخ نے روایت کی "کچھ لوگ بیٹھے ذکر کر رہے تھے کہ جس نے امامِ مظلوم کے قتل میں کچھ اعانت کی تھی کسی نہ کسی بلا میں ضرور مبتلا ہوا۔" ایک بڈھے نے اپنے نفس ناپاک کی نسبت سے کہا کہ "اسے تو کچھ نہ ہوا۔" چراغ کی بتی سنبھالی، آگ نے اس شقی کو جالیا، آگ آگ چلاتا فرات میں کود پڑا، مگر وہ آگ نہ بجھی، یہاں تک کہ آگ میں پہنچا۔

منصور بن عمار نے روایت کی کہ "امام کے قاتل ایسی پیاس میں مبتلا ہوئے کہ ایک ایک مشک چڑھا جاتے اور پیاس کم نہ ہوتی۔"

سدی کہتے ہیں کہ "ایک شخص نے کربلا میں میری دعوت کی، لوگوں نے آپس میں ذکر کیا کہ "جس جس نے حسین کے خون میں شرکت کی بری موت مرا۔" میزبان نے اسے جھٹلایا اور کہا کہ "وہ شخص (یعنی میں خود) بھی اسی لشکر میں تھا (مجھے تو کچھ بھی نہ ہوا)۔" پچھلی رات (یعنی رات کے آخری پہر) چراغ درست کرنے اٹھا، آگ نے جست کر کے اس کے بدن کو لیا، خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ اس کا بدن کوئلہ ہو گیا۔"

امام زہری فرماتے ہیں، "ان میں کوئی مارا گیا، کوئی اندھا ہو کر مرا، کسی کا منہ کالا ہو گیا۔"

امام واقدی فرماتے ہیں، "ایک بڈھا وقتِ شہادتِ امام موجود تھا، (لیکن قتل میں) شریک نہ ہوا، اندھا ہو گیا۔ سبب پوچھا گیا، کہا، "اس نے مصطفیٰ ﷺ کو خواب میں دیکھا، آستینیں چڑھائے، دستِ اقدس میں ننگی تلوار لئے، سامنے دس قاتل ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں۔ حضور نے اس بڈھے پر غضب فرمایا کہ "تو نے موجود ہو کر اس گروہ کو بڑھایا؟" اور خونِ امام کی ایک سلائی آنکھوں میں لگا دی، اٹھا تو اندھا تھا۔

سبط ابن الجوزی روایت کرتے ہیں، "جس شخص نے سرِ مبارکِ امام مظلوم، اپنے گھوڑے سے لٹکایا تھا، چند روز کے بعد اس کا منہ کوئلے سے زیادہ کالا ہو گیا۔ لوگوں نے کہا، "تیرا چہرہ تو عرب بھر میں تر و تازہ تھا یہ کیا ماجرا ہے؟" کہا، "جب سے وہ سر اٹھایا ہے، ہر رات دو شخص آتے اور مجھے بازو سے پکڑ کر بھڑکتی ہوئی آگ پر لے جا کر دھکا دیتے ہیں۔ سر جھکتا ہے، آگ چہرے کو مارتی ہے۔ "پھر نہایت برے حالوں مر گیا۔"

ایک بڈھے نے حضور پر نور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ "سامنے ایک طشت میں خون رکھا ہے اور لوگ پیش کئے جاتے ہیں، حضور ﷺ اس خون کا دھبہ لگا دیتے ہیں، جب اس کی باری آئی، اس نے عرض کی "میں تو موجود نہ تھا۔" فرمایا "دل سے تو چاہتا تھا۔ "پھر انگشتِ مبارک سے اس کی طرف اشارہ کیا، صبح کو اندھا اٹھا۔

حاکم نے روایت کی کہ حضور پر نور ﷺ سے جبریل نے عرض کی، "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلے ستر ہزار قتل کئے اور حسین کے بدلے ستر ہزار اور ستر ہزار قتل فرماؤں گا۔"

الحمدللہ! اللہ عزوجل نے ابن زیاد خبیث سے امام کا بدلہ لے لیا۔ جب وہ مردود مارا گیا، اس کا سر مع اس کے ساتھیوں کے سروں لا کر رکھا گیا۔ لوگوں کا ہجوم تھا، غل پڑ گیا "آیا آیا۔" راوی کہتے ہیں، "میں نے دیکھا کہ ایک سانپ آرہا ہے، سب سروں کے بیچ میں ہوتا ہوا ابن زیاد کے ناپاک سر تک پہنچا۔ ایک نتھنے میں گھس کر دوسرے نتھنے میں سے نکلا اور چلا گیا، پھر غل پڑا، پھر وہی سانپ آیا اور چلا گیا کئی بار ایسا ہی ہوا۔"

منصور کہتے ہیں، "میں نے شام میں ایک شخص کو دیکھا، اس کا منہ سؤر کا منہ تھا، سبب پوچھا کہا، "وہ مولیٰ علی (رضی اللہ عنہ) اور ان کی پاک اولاد پر لعنت کیا کرتا۔" ایک رات حضور سید عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا، امامِ حسن مجتبیٰ (رضی اللہ عنہ) نے اس خبیث کی شکایت کی، حضور علیہ السلام نے اس پر لعنت فرمائی اور منہ پر تھوک دیا، چہرہ سؤر کا ہو گیا۔"

وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فَقَطْ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

امامِ حسن کو زہر کس نے دیا؟

اس بات کا درست و مدلل جواب جاننے کے لئے "خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (قدس سرہ)" کے تحریر کردہ درج ذیل کلمات بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں، "مؤرخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث ابن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو امام عالی مقام (رضی اللہ عنہ) کی زوجہ بتایا ہے، اور یہ بھی کہا ہے کہ "یہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا، اس طمع میں آکر اس نے حضرت امام (رضی اللہ عنہ) کو زہر دیا۔" لیکن

اس روایت کی کوئی سند صحیح دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سندِ صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام، اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں ہے اور مؤرخین نے بغیر کسی معتبر ذریعے یا معتمد حوالے کے لکھ دیا ہے۔

یہ خبر واقعات کے حوالے سے بھی ناقابلِ اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ (کیونکہ) واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانے میں جیسی ہو سکتی ہے، مشکل ہے کہ بعد کو ویسی تحقیق ہو، خاص کر کہ جب کہ واقعہ اتنا اہم ہو۔ مگر حیرت ہے کہ اہلِ بیتِ اطہار کے اس امامِ جلیل کا قتل؟ اس قاتل کی خبر غیر کو کیا ہوتی؟ خود حضرت امامِ حسین (رضی اللہ عنہ) کو بھی پتہ نہیں ہے۔ یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادرِ معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ امامِ حسین (رضی اللہ عنہ) کو زہر دینے والے کا نام معلوم نہ تھا۔

اب جب کہ امامِ حسن (رضی اللہ عنہ) نے خود کسی قتل کرنے والے کا نام نہ لیا، تو جعدہ کو قاتل ہونے کے لئے معین کرنے والا کون ہے؟ امامِ حسین (رضی اللہ عنہ) کو یا امامین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا، نہ ہی ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے اور وہ یہ ہے کہ "حضرتِ امام (رضی اللہ عنہ) کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی شنیع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک بدترین تبرا (یعنی طعنہ زنی) ہے۔ عجب نہیں کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کی افتراءات ہوں، جب کہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امامِ حسن (رضی اللہ عنہ) کثیر التزوج (یعنی بہت زیادہ شادی کرنے والے) تھے اور آپ نے

سو(۱۰۰) کے قریب نکاح کئے اور طلاقیں دیں۔ اکثر ایک دو شب ہی کے بعد طلاق دے دیتے تھے۔ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بار بار اعلان فرماتے تھے کہ "حضرت امامِ حسن کی عادت ہے کہ یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں، کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔"

مگر مسلمان بیبیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ (اس طرح) کنیز ہونے کا شرف ہی حاصل ہو جائے۔ اسی کا اثر تھا حضرت امامِ حسن (رضی اللہ عنہ) جن عورتوں کو طلاق دیا کرتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت میں سیدانہ گزار دیتیں اور ان کی حیات کا لمحہ لمحہ حضرت امام کی یاد اور محبت میں گزرتا تھا۔ ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیضِ صحبت کی قدر نہ کرے اور یزید پلید کی طرف ایک طمع فاسد کی بناء پر امامِ جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔ ﴿سوانح کربلا﴾

﴿توجہ فرمائیے﴾

علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی کی قابلِ مطالعہ تصانیف

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر شمار	نام کتاب
1	اربعین رضوی	15	غیر اللہ سے مدد مانگنا کیسا؟
2	عاشقوں کی عید	16	التمھید
3	نجات یا ہلاکت؟	17	بھکاروں کے احکام
5	احساسِ نعت	18	البیان
6	رہنمائے کامل سلسلہ نمبر1	19	تلفظ درست کیجیئے
7	رہنمائے کامل سلسلہ نمبر2	20	شیطانی چکر
8	رہنمائے کامل سلسلہ نمبر3	21	شرعی معذور کے احکام
9	رہنمائے کامل سلسلہ نمبر4	22	ایمان کی موت
10	رہنمائے کامل سلسلہ نمبر5	23	عید قربان
11	رہنمائے کامل سلسلہ نمبر6	24	امیرِ دعوتِ اسلامی کی مدنی سوچیں
12	رہنمائے کامل سلسلہ نمبر7	25	پاک یا ناپاک؟
13	نفل کی جماعت کرنا کیسا؟	26	نیکیوں کا چور۔
14	والدین سے محبت کا تقاضا	27	نجاستوں کی پہچان

کتب منگوانے کا طریقہ کار

آپ کو جو کتب درکار ہوں ان کی تعداد تحریر فرما کر مکتبۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے پتے پر "ڈاک،وی پی یا بلٹی میں سے اپنے مطلوبہ ذریعے" کی وضاحت سمیت ارسال فرمائیں۔ اپنا مکمل ایڈریس لکھنا نہ بھولیں۔ بلٹی کی صورت میں اڈے کا نام بھی لکھیں۔

ہمارا پتہ! مکتبۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سرائے مغل جنازگاہ مزنگ لاہور